ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
7تا13فروری2002ء

☆ کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا (اداریہ)
☆ دین اسلام میں قتال فی سبیل اللہ کی اہمیت (منبرومحراب)
☆ خارجہ پالیسی کے نئے اصول اور پاکستان (تجزیہ)

قتال فی سبیل اللہ کی غرض و غایت

''قتال فی سبیل اللہ کی ایک غرض و غایت یہ ہوتی ہے کہ اس کرۂ ارضی پر سے تمام طاغوتی قوتوں کو ختم کر دیا جائے اور اس پر صرف اللہ وحدہٗ کی حاکمیت کا نظام قائم کیا جائے، اور ان لوگوں کی حکومت ختم کر دی جائے جو اللہ کے حق حاکمیت پر دست درازی کرتے ہیں۔ گویا یہ جہادی عمل اس لئے ہے کہ تمام انسانوں کو غیر اللہ کی غلامی اور نظامِ حاکمیت سے نکال کر صرف اللہ کی حاکمیت کے اندر داخل کیا جائے یوں وہ تمام انسانوں کی غلامی سے آزاد ہو جائیں تاکہ دنیا میں کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کے لئے ہو جائے۔ یہ جہاد اس لئے نہیں ہے کہ مذاہب عالم میں سے کوئی مذہب دوسرے مذاہب پر غالب ہو جائے بلکہ یہ جہاد اس لئے ہے کہ اللہ کا نظام انسانی نظاموں پر غالب ہو جائے، یہ جہاد اس لئے نہیں ہے کہ ایک قوم دوسری اقوام پر غالب آجائیں بلکہ یہ اللہ کی حاکمیت کو غالب کرنے کے لئے ہوتا ہے، یہ جہاد اس لئے نہیں ہے کہ کسی ایک انسان (ڈکٹیٹر یا بادشاہ) کی حکومت کو قائم کیا جائے، یہ حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے جہاد ہے، یہی وجہ ہے کہ اس عمل جہاد کا حق بنتا ہے کہ وہ پورے کرۂ ارض پر حکومت الٰہیہ قائم کرے تاکہ تمام انسان بلاتفریق انسانوں کی غلامی سے آزاد ہوں، چاہے وہ مذہب اسلام میں داخل ہوں یا نہ ہوں یا کوئی سرزمین حدودِ اسلام میں داخل ہو یا نہیں، کیونکہ یہ ملک اللہ کا ہے اور تمام انسان اللہ کے بندے ہیں اور حکومت الٰہیہ کے خلاف جو لوگ بھی اقتدار قائم کرتے ہیں وہ طاغوت ہیں۔

......اسلام اپنی قوت سے ایسے نظاموں کو پاش پاش کر دینے کا حق لے کر اٹھتا ہے تاکہ ان ظالم اور جابر قوتوں کو تہس نہس کر دیا جائے۔ اس کے بعد عوام الناس کو آزادانہ ماحول فراہم کیا جائے کہ وہ جو عقیدہ چاہیں اختیار کریں، اگر چاہیں تو اسلام میں داخل ہو جائیں اور اگر چاہیں تو وہ داخل نہ ہوں۔ اگر وہ اسلام قبول کرتے ہیں تو انہیں وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہوں گے اور ان کے ذمے وہی فرائض ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کے ذمے ہوں گے۔ یہ نئے داخل ہونے والے سابقین کی طرح دینی بھائی ہوں گے اور اگر وہ اسلام میں داخل نہ ہوں تو انہیں اختیار ہے کہ وہ اپنے عقائد پر قائم رہیں اور اسلامی حکومت کو جزیہ ادا کریں۔ اور یہ جزیہ اس بات کا اعلان ہوگا کہ انہوں نے اسلامی نظام کی اطاعت قبول کر لی ہے اور اب وہ اس کے مخالف یا باغی نہیں ہیں۔ چنانچہ اسلامی حکومت ان کی جان و مال کی حفاظت کرتی ہے اور ان میں سے جو عاجز، ضعیف اور فقیر ہوں ان کی کفالت بھی اسلامی حکومت کے ذمہ ہے۔ تمام اجتماعی سہولیات میں بھی وہ مسلمانوں کے ساتھ برابر ہیں۔''

(سید قطب شہید کی تفسیر 'فی ظلال القرآن' مترجم: سید معروف شاہ شیرازی، جلد سوم، صفحہ ۷۰۴ سے ایک اقتباس)

سورۃ البقرہ (۵۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ ط خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ وَّاسْمَعُوْا ط قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا ق وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْعِجْلَ بِکُفْرِھِمْ ط قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُکُمْ بِہٖٓ اِیْمَانُکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o قُلْ اِنْ کَانَتْ لَکُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ عِنْدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o وَلَنْ یَّتَمَنَّوْہُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ ط وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ o﴾ (آیات: ۹۳ تا ۹۵)

''اور (اے بنی اسرائیل! یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا اور (کوہ) طور کو تم پر اٹھا لیا تھا' مضبوطی کے ساتھ تھام لو اس چیز کو جو ہم نے تمہیں دی ہے اور (احکامِ الٰہی کو توجہ سے) سنو۔ انہوں (بنی اسرائیل) نے کہا' ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی' اور اس کفر کے باعث ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت رچا دی گئی۔ (اے نبیؐ!) کہہ دیجئے کہ تمہارا ایمان کیا ہی بری باتوں کا تمہیں حکم دیتا ہے' اگر تم (واقعی) حامل ایمان ہو۔ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے پاس آخرت کا گھر دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے تو اپنی سچائی (کو ثابت کرنے) کے لئے موت کی تمنا کرو۔ اور یہ کبھی بھی (موت کی) تمنا نہ کریں گے بسبب (اپنے ان اعمال کے) جو ان کے ہاتھوں نے (کما کر) آگے بھیجے ہیں' اور اللہ (ان) ظالموں سے خوب واقف ہے۔''

بنی اسرائیل کو جب احکامِ الٰہی دیئے جاتے تو وہ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کے بجائے دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے زبان کو بڑے طریقے سے توڑ مروڑ کر الفاظ بدل دیتے اور سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا کہتے یعنی ''ہم نے سنا اور حکم عدولی کی''۔ اس پر اگر کوئی اعتراض کرتا تو الٹا اسے جھٹلا دیتے کہ تمہاری سماعت کمزور ہے' ہم نے تو اَطَعْنَا ہی کہا تھا۔ شریعت کا یوں ابطال کرنے کی پاداش میں ان کے دلوں کو بچھڑے کی محبت سے سرشار کر دیا گیا۔ اپنی اس روش پر عمل پیرا ہونے کے باوجود وہ خود کو مومن سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کے اس دعوے کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اگر بچھڑے کی پرستش کرنا اور سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کی جگہ ڈھٹائی اور شرارت کے ساتھ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا کہنا تمہارے ایمان کی تعلیمات ہیں تو انہیں کسی طرح بھی مستحسن نہیں کہا جا سکتا۔

یہود اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اولاد کی مانند ہیں اور اس ناطے اس کی لاڈلی اور چہیتی قوم ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہماری بخشش کی جا چکی ہے اور جنت میں اعلیٰ مقامات کو ہمارے لئے معین کر دیا گیا ہے۔ اس پر زیرِ درس دوسری آیت میں انہیں دعوتِ مبارزت دی جا رہی ہے کہ اگر انہیں جنت میں جانے کا کامل یقین ہے تو پھر وہ اس کے جلد حصول کے لئے اپنی موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے! اگر وہ اپنی آخرت کے ضمن میں اس قدر پُراعتماد ہیں تو پھر ایسی صورت میں اس دنیا کے اندر زندہ رہ کر جنت سے دوری اختیار کرنا تو کسی طرح بھی کوئی پسندیدہ اور مطلوب عمل نہیں ہے ـــــ لیکن اگلی ہی آیت میں اصل صورتِ حال واضح کر دی گئی کہ یہ لوگ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے' اور یہ کہ یہود کا موت سے ڈرنا دراصل ان کے اپنے غلط اعمال کے باعث ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس دنیا میں انہوں نے غلط راستہ اختیار کئے رکھا ہے' لہٰذا وہ یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ مرنے کے بعد انہیں یومِ حساب کا سامنا کرنا پڑے۔

☆ ☆ ☆

اسلامی نظامِ خرید و فروخت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((لَا یُتَلَقَّی الرُّکْبَانُ لِبَیْعٍ وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا یَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَلَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَھَا بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ بَعْدَ اَنْ یَحْلُبَھَا فَاِنْ رَضِیَھَا اَمْسَکَھَا وَاِنْ سَخِطَھَا رَدَّھَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ)) (صحیح مسلم' کتاب البیوع)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غلہ وغیرہ لانے والے قافلے والوں سے مال خریدنے کے لئے آگے جا کے نہ ملو اور تم میں سے کوئی اپنے دوسرے بھائی کے معاملہ میں اپنے معاملہ بیع سے مداخلت نہ کرے اور (کسی سودے کے نمائشی خریداری بن کر اس کی) قیمت بڑھانے کا کام نہ کرو اور شہری تاجر بدویوں کا مال اپنے پاس رکھ کر بیچنے کا کام نہ کریں اور (بیچنے کے لئے) اونٹنی یا بکری کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو۔ اگر کسی نے ایسی اونٹنی یا بکری خریدی تو اس کا دودھ دوہنے کے بعد اس کو اختیار ہے کہ اگر پسند ہو تو اپنے پاس رکھے اور اگر ناپسند ہو تو واپس کر دے اور (جانور کے مالک کو) ایک صاع (قریباً ۴ سیر) کھجوریں بھی دے دے''۔

اس فرمان میں کاروبار اور لین دین سے متعلق بعض اہم ہدایات ہیں جو آپؐ نے امت کو تلقین فرمائیں: ۱) بازار یا منڈی میں پہنچنے سے پہلے مال کا سودا کرنے سے تاجر کو نقصان ہو سکتا ہے کہ اسے منڈی کا بھاؤ معلوم نہ ہو گا اور سرمایہ دار غلہ بھی قبضے میں کر کے مہنگا بیچے گا۔ ۲) جیسے آج کل ہماری فروٹ منڈی اور سبزی منڈی میں ہوتا ہے کہ نمائشی خریدار بھاؤ اوپر چڑھا دیتے ہیں' اس سے بھی روکا گیا ہے۔ ۳) دیہاتیوں کا مال شہری تاجر اپنے پاس رکھ کر نہ بیچیں کہ خواہ مخواہ مال روک کر قیمت بڑھائیں گے۔ ۴) جانوروں کے تھنوں میں دودھ روک رکھنا تو دھوکہ کی صورت ہے جس پر خریدار کو اختیار دیا گیا ہے کہ اصل معاملہ معلوم ہونے پر سودا برقرار رکھے یا واپس کر دے۔ کتنے عمدہ اصول ہیں جو اسلام نے دیئے ہیں۔ کاش مسلمان ان پر عمل پیرا ہو جائیں!

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا!

سرما کی رُت جونہی اپنا بستر لپیٹنے لگتی ہے پاکستان کے قلب' شہر لاہور کی فضائیں رنگ برنگی پتنگوں سے معمور ہونے لگتی ہیں۔ پتنگ بازی کو اگر محض بچوں کے ایک ایسے بے مقصد کھیل کا درجہ دیا جائے جس کا اصل حاصل تضیع اوقات کے سوا اور کچھ نہیں' تو پھر بھی قابل معافی ہے' لیکن اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے ملک کی ''پاک سرزمین'' میں اسے ہندوانہ تہوار بسنت کے طور پر منانا اور وہ بھی سرکاری سرپرستی میں' نہ صرف قطعی طور پر بلاجواز ہے بلکہ ملک وملت کی جڑیں کھودنے کے مترادف بھی ہے..... چنانچہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت بھی ہے کہ اس ہندوانہ تہوار کے جلو میں ہندوانہ طور اطوار بھی ہمارے معاشرے میں فروغ پا رہے ہیں۔ بسنت کے نام پر منعقد ہونے والے مخلوط تفریحی میلوں میں گانا بجانا' راگ رنگ کے ساتھ ساتھ اب شراب بھی ایک جزو لاینفک شمار ہوتی ہے۔ اور چونکہ اس واہیات تہوار کو سرکاری سرپرستی بھی حاصل ہے لہٰذا قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی ایسے مواقع پر خصوصی رعایت کرتے ہوئے غضِ بصر سے کام لیتے ہیں۔

اس بحث کو اگر سردست ایک طرف رکھتے ہوئے کہ بسنت منانے کا کوئی جواز بنتا ہے یا نہیں' خالص حقیقت پسندانہ انداز میں پتنگ بازی کے اگر نقصانات کا جائزہ لیا جائے تو ایسی ہوشربا تصویر سامنے آتی ہے کہ بلاتاخیر اس پر مکمل پابندی لگانا ہی ملک وقوم کے مفاد میں ہے۔ بسنت کے انعقاد سے پہلے ہی حال یہ ہے کہ گزشتہ اتوار بسنت کی ریہرسل کے طور پر ہونے والی پتنگ بازی نے شہریوں کا جینا دوبھر کر دیا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق حکومت کے تمام ترمبینہ احتیاطی انتظامات کے باوجود دھاتی تار سے پتنگ بازی کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کے نتیجے میں بار بار بجلی کے نظام میں خلل اور خرابی کے باعث بہت بڑے پیمانے پر گھریلو استعمال کی الیکٹرانکس مصنوعات جل کر تباہ ہوئیں' جس کے باعث لاکھوں کا نقصان ہوا۔ اخباری رپورٹ کے مطابق پروفیشنل اداروں میں جہاں کمپیوٹر کا زیادہ استعمال ہوتا ہے' پڑھنے والوں کو سخت پریشانی اور کوفت کا سامنا کرنا پڑا۔ گھر کی چھتوں پر پتنگ بازی میں مشغول بچوں اور نوجوانوں کے گر کر زخمی ہونے کے متعدد واقعات ہوئے اور ایک بچہ زخموں کی تاب نہ لا کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ پتنگوں کی آوارہ ڈور کے باعث سائیکل اور موٹر سائیکل سواروں کے زخمی ہونے کے واقعات تو روزانہ کے معمول کا حصہ بن چکے ہیں..... سچی بات یہ ہے کہ پتنگ بازی کا کھیل کسی بھی اعتبار سے ملک وقوم کے مفاد میں نہیں۔ اس کھیل میں دینی اقدار کی پامالی کے ساتھ ساتھ املاک کا نقصان بھی ہے' قیمتی انسانی جانوں کا اتلاف بھی ہے اور تضیع اوقات کا عنصر بھی..... لیکن اس سب کے باوجود اسے حکومت کی سرپرستی حاصل ہے! ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے!!

ہمارے نزدیک اس سارے معاملے کا سب سے بڑھ کر تشویشناک پہلو یہ ہے کہ ملکی تاریخ کے اس نازک موڑ پر' جبکہ ملک اپنے بقاء واستحکام کے حوالے سے شدید اندیشوں میں گھرا ہوا ہے' نظریاتی اعتبار سے تو یوں کہئے کہ یہ ملک اپنی معنویت کھو چکا ہے' بقائے وجود کے حوالے سے بھی سخت خطرات کا شکار ہے' ہمارے ارباب اقتدار واختیار بدستور قوم کو لوریاں دے کر سلانے اور جشن بہار اور جشن بسنت کے حوالے سے کھلونے دے کر بہلانے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور ہمارے عوام بھی ''کالانعام'' بنے رہنے کی قسم کھائے ہوئے ہیں۔ موجودہ سنگین صورت حال میں بھی عوام کے ایک طبقے کو اس تشویش میں مبتلا پایا گیا کہ ''اگر ہندوستان نے حملہ کرنے میں عجلت سے کام لیا تو ہماری بسنت کی خوشیاں غارت ہو جائیں گی!'' انا للہ وانا الیہ راجعون

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا   کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا!

خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

جلد 11 شمارہ 6

7 تا 13 فروری 2002ء

(۱۶ تا ۲۲ ذیقعد ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

سالانہ زرتعاون :

اندرون ملک...... 250 روپے

بیرون پاکستان:

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
...........1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
...........2200 روپے

قتال تو لازماً جہاد ہے لیکن ہر جہاد لازماً قتال نہیں ہے

جہاد اور قتال میں عام اور خاص کی نسبت ہے‘ جہاد عام اور قتال خاص ہے

قتال کو کوئی حرام قرار نہیں دے سکتا‘ یہ قیامت تک جاری وساری رہے گا

دین کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس چوٹی کی چوٹی قتال فی سبیل اللہ ہے

جہاد کے بغیر ایمان یا نجات نہیں لیکن محبوبیت خداوندی کا مقام قتال فی سبیل اللہ ہے

اسلامی حکومت پر حملے کی صورت میں اس کا دفاع مسلمانوں کے لئے فرضِ عین کی حیثیت رکھتا ہے

اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے آج کے دور میں دوطرفہ قتال کے بجائے غیر مسلح بغاوت بھی کی جاسکتی ہے

اسلامی حکومت دنیا کو اس نظام کی برکات سے متعارف کرانے کے لئے کچھ شرائط کے ساتھ قتال کرسکتی ہے

آج اسلام کی دعوت کے لئے جدید ذرائع ابلاغ اور اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کا ماڈل بھی کفایت کرسکتا ہے

مسجد دار السلام باغ جناح‘ لاہور میں امیر تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد کے یکم فروری ۲۰۰۲ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

میرے آج کے خطابِ جمعہ کا موضوع ’’قتال فی سبیل اللہ کی اہمیت اور اقسام‘‘ ہے۔ جہاد وقتال‘ دونوں ہمارے دین کی اہم اصطلاحات ہیں۔ جہاد کے مفہوم میں وسعت اور ہمہ گیریت ہے اور اس کے متعدد مراحل ومراتب ہیں‘ جبکہ قتال فی سبیل اللہ اسی جہاد کی آخری منزل کا نام ہے۔ ہمارے دین میں قتال کی اہمیت کیا ہے؟ اسے مولانا کوثر نیازی کے اس شعر کے حوالے سے سمجھا جا سکتا ہے۔

مہر درخشاں ذرۂ فانی
ذرۂ فانی مہر درخشاں

جیسے کائنات کے مقابلے میں سورج کی حیثیت ایک نقطے کے برابر بھی نہیں۔ گویا یہ چمکتا ہوا سورج کائنات کی وسعتوں میں ایک ذرۂ فانی ہے۔ لیکن اگر آپ نگاہ کو ایک ذرے پر جما دیں تو معلوم ہوگا کہ وہ خود اپنی جگہ ایک سورج ہے‘ اس لئے کہ ہر ایٹم کے اندر ایک نیوکلیس ہوتا ہے‘ اور نیوکلیس کے گرد پروٹان ہوتے ہیں جبکہ الیکٹران اس کے گرد چکر لگا رہے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سولر سسٹم کے درمیان میں سورج ہے اور بہت سے کرّے اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ یہی پورا نظامِ شمسی گویا ایک ذرّے یعنی ایٹم کے اندر بھی موجود ہے۔ پھر انسان نے اس ایٹم کے ذرّے کو پھاڑا ہے تو کیسی زبردست ایٹمی قوت حاصل ہوئی ہے۔

یہی معاملہ ہمارے دین میں تصور جہاد کا ہے۔ اگر دین کی تعلیمات کے مطابق پوری زندگی میں جاری وساری جہاد کو سامنے رکھا جائے تو قتال فی سبیل اللہ ایک ضمنی سی شے نظر آئے گا۔ لیکن قتال پر نظر جما دیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ اپنی جگہ ایک عظیم حقیقت ہے۔ دراصل قتال اور جہاد کے درمیان ایک نسبت ہے جس کو اہلِ علم عموم خصوصی مطلق کی نسبت قرار دیتے ہیں۔ قرآن اور حدیث کی اصطلاح میں تین جوڑے ایسے ہیں کہ جن کی حقیقت عام اور خاص کی نسبت سے ہی سمجھ میں آتی ہے۔ جیسے اسلام عام ہے‘ ایمان خاص ہے۔ ہر مؤمن تو لازماً مسلم بھی ہے لیکن ہر مسلم کا مؤمن ہونا لازم نہیں ہے۔ اسی طرح نبی عام ہے اور رسول خاص ہے۔ ہر رسول تو لازماً نبی ہے کہ نبی ہوئے بغیر تو کوئی رسالت کے منصب پر فائز ہو نہیں سکتا‘ لیکن ہر نبی رسول نہیں ہے۔ کتنے ہی انبیاء ایسے ہیں کہ جو مرتبۂ رسالت پر سرفراز نہیں کئے گئے۔ بعینہٖ یہ معاملہ جہاد وقتال کا ہے۔ جہاد عام ہے اور قتال خاص ہے۔ جہاد کی پہلی سطح ہے خود اللہ کا بندہ بننا‘ اپنے نفس کو اللہ کا مطیع بنانا۔ جہاد کا دوسرا لیول دعوت وتبلیغ ہے کہ دوسروں کو اللہ کا بندہ بننے کی دعوت دینا۔ ان دونوں مراحل پر جو جہاد ہوگا اسے قتال نہیں کہیں گے۔ گویا قتال تو لازماً جہاد ہے لیکن ہر جہاد لازماً قتال نہیں ہے۔ قرآن مجید میں بھی کئی جگہ لفظ جہاد بمعنی قتال آیا ہے‘ تاہم جہاد چونکہ مختلف نوعیت کا ہوسکتا ہے جیسے جہاد باللسان‘ جہاد بالقرآن اور جہاد بالسیف‘ اس لئے ہر جہاد کو قتال نہیں کہا جاسکتا۔

دین میں قتال کی اہمیت کے حوالے سے چند آیات قرآنیہ اور احادیث پیش خدمت ہیں۔ سورۂ صف قتال اور جہاد کے ضمن میں ایک نہایت جامع صورت ہے۔ کل چودہ آیات ہیں جن میں جہاد وقتال کا مقصد بڑے عمدہ طریقے سے واضح کیا گیا ہے۔ آیت نمبر۴ میں فرمایا گیا ’’اللہ کو تو محبت اپنے ان مومن بندوں سے ہے‘ جو اس کی راہ میں قتال کرتے ہیں صفیں باندھ کر‘ گویا کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔‘‘ یہ محبوبیتِ خداوندی کا مقام ہے۔ آیت نمبر۱۱ میں جہاد کو نجات کی بنیاد قرار دیا گیا ہے کہ اس کے بغیر ایمان معتبر ہی نہیں۔ لیکن آیت ۴ کی رو سے محبوبیت خداوندی کا مقام قتال ہے۔ دوسری آیت سورۂ انفال کی ہے جو قریباً انہی الفاظ کے ساتھ سورۃ بقرہ میں بھی وارد ہوئی ہے۔ سورۃ البقرہ اور سورۃ الانفال میں ایک خاص نسبت ہے۔ سورۃ البقرہ غزوۂ بدر سے متصلاً قبل نازل ہوئی جبکہ سورۃ الانفال غزوۂ بدر کے متصلاً بعد۔ درمیان میں غزوۂ بدر ہے۔ سورۃ

البقرہ میں فرمایا گیا:

''اور ان کفار سے جنگ کرو جب تک کہ فتنہ بالکل ختم نہ ہو جائے اور دین اللہ ہی کے لئے نہ ہو جائے''۔(البقرہ:۱۹۳)

یعنی یہ زمین اللہ کی ہے' اس پر اللہ کا دین ہونا چاہئے۔اگر غیر اللہ کا نظام ہے تو یہ اللہ کے خلاف بغاوت ہے جب تک یہ بغاوت فرو نہ ہو جائے اور دین یعنی نظام اطاعت اللہ ہی کے لئے نہ ہو جائے' اس وقت تک قتال جاری رہے گا۔ مزید تفصیل سورۃ الانفال میں آئی ہے کہ پورے کا پورا دین اللہ کے لئے ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ پچاس فیصد زندگی تو دین کے مطابق ہے باقی اپنی مرضی کے تابع۔ چنانچہ فرمایا:

''ان لوگوں سے جہاد کرتے رہو' حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور پورے کا پورا دین (پورا نظام اطاعت و حکومت) اللہ کے لئے ہو جائے''۔(الانفال:۳۹)

تیسری آیت سورۃ توبہ کی ہے:

''اے ایمان والو جنگ کرو ان کفار سے جو تمہارے ملحق ہوں (جن کی سرحدیں تمہارے ساتھ ملتی ہیں) اور چاہئے کہ تمہارے اندر وہ سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے''۔(التوبہ:۱۲۳)

ان تین آیات کے حوالے سے قتال فی سبیل اللہ کی عظمت سامنے آتی ہے۔ان آیات کے علاوہ اگر ہم قرآن حکیم کا جائزہ لیں تو دیکھیں گے کہ سورۃ توبہ میں تکرار کے ساتھ قتال کا تذکرہ ہوا ہے۔سورۃ النساء کے بھی اہم موضوعات میں سے قتال فی سبیل اللہ ایک موضوع ہے۔سورۃ آل عمران میں غزوۂ احد کا ذکر جن سات رکوعوں میں آیا ہے' ان کا مضمون قتال فی سبیل اللہ ہی ہے۔سورۃ البقرہ میں طالوت اور جالوت کے تذکرے سے گویا مسلمانوں کو یہ خبر دے دی گئی کہ اب تمہارے ہاں بھی قتال کا مرحلہ آنے والا ہے لہٰذا قتال کے لئے تیار ہو جاؤ۔ مختصراً یہ کہ قتال فی سبیل اللہ ہمارے دین کی ایک بہت بڑی حقیقت ہے اور یہ کوئی ختم ہونے والی چیز نہیں ہے' جیسا کہ غلام احمد قادیانی نے یہ کہہ کر کہ ''دیں کے لئے حرام ہے اب دوستو قتال!'' نہایت ڈھٹائی کے ساتھ قتال فی سبیل اللہ کو حرام قرار دے دیا کہ زمانہ بدل گیا ہے لہٰذا آج اس کی ضرورت نہیں۔ اگر غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ نہ بھی کیا ہوتا تو محض اس کی تکفیر کے لئے یہ بات بھی کافی تھی۔ان تین آیات کے حوالے سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہمارے دین کا مزاج کیا ہے اور قتال فی سبیل اللہ کی کیا اہمیت ہے؟

اب چند حدیثیں ملاحظہ ہوں: جامع ترمذی میں حضرت معاذؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہمارے دین کی جڑ تو یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ وحدہ لاشریک ہے۔کوئی اس کا ساجھی نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔(پھر جیسے ہر درخت کا ایک تنا ہوتا ہے جو اسے کھڑا کرنے کا موجب ہوتا ہے اسی طرح ہمارے دین میں یہ مقام ارکان اسلام کا ہے) یعنی جس عمل سے دین کی گرفت مضبوط رہتی ہے وہ نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔اور اس درخت کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے''۔(میرے نزدیک اس چوٹی کی بھی چوٹی قتال فی سبیل اللہ ہے) بہر حال اس حدیث میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا:''اے معاذ! مجھے حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ نماز قائم کریں' زکوٰۃ ادا کریں اور وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' کوئی اس کا شریک نہیں' اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔جب وہ یہ تین شرطیں پوری کر دیں گے (کلمہ شہادت' نماز اور زکوٰۃ) تو ان کے جان و مال محفوظ ہو جائیں گے۔'' ہاں' اسلام کے قانون کی کسی زد میں آ گئے تو اور بات ہے مثلاً چوری کرے گا تو ہاتھ کٹے گا' زنا کرے گا تو رجم کیا جائے گا' ورنہ ان کی جان اور مال محفوظ رہیں گے۔ باقی یہ حساب اللہ لے گا کہ کسی نے صدق دل سے کلمہ پڑھا تھا یا دھوکہ دینے کے لئے پڑھا تھا۔یہ ہے اس دین کا حاصل کہ دین کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس چوٹی کی چوٹی قتال فی سبیل اللہ ہے۔

ایک اور حدیث سنن ابو داؤد کی جس میں حضور ﷺ نے فرمایا:''جہاد جاری ہے اس دن سے کہ جب سے اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اور اس وقت تک جاری رہے گا جب میری امت کا آخری حصہ دجال کے خلاف جنگ کرے گا''۔وہ مرحلہ اب زیادہ دور نہیں ہے۔ یہ جو کچھ افغانستان و فلسطین میں ہو رہا ہے وہ واقعتاً اس کے مقدمات ہیں۔

ایک اور حدیث جو صحیح مسلم کی روایت ہے' حضور ﷺ نے فرمایا جو مسلمان مر گیا اس حال میں کہ نہ تو اس نے قتال فی سبیل اللہ میں حصہ لیا (یہ بھی ہو سکتا ہے اس کی پوری زندگی میں موقع ہی نہ آیا ہو' بہت سے انبیاء گزر گئے ان کی زندگی میں قتال کا مرحلہ آیا ہی نہیں) اور بصورت دیگر نہ اس کے دل میں قتال کی آرزو موجود تھی تو ایسا شخص ایک طرح کے نفاق پر مرتا ہے۔یعنی وہ منافقت کی حالت میں مرتا ہے''۔اسی طرح ایک بار حضور ﷺ نے فرمایا: میری بڑی خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں شہید کیا جاؤں مجھے پھر زندہ کیا جائے میں پھر قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جائے پھر قتل ہو جاؤں پھر ایک بار زندہ کیا جائے پھر قتل ہو جاؤں۔'' گویا قتال کے لئے تیار رہنا اور اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے کی آرزو رکھنا ایک مسلمان کی زندگی کا لازمی حصہ ہونا چاہئے۔

قتال فی سبیل اللہ کی اہمیت کے حوالے سے آیات و احادیث کے بعد اب آیئے دیکھیں کہ قتال فی سبیل اللہ کی اجازت کن کن صورتوں میں یا دوسرے لفظوں میں اس کی اقسام کیا ہیں۔قتال کی ایک قسم یہ ہے کہ کسی خطۂ ارضی میں اللہ کے دین کو قائم و غالب کرنے یا اسلامی انقلاب لانے کے لئے جو جہاد کیا جائے گا اس جدوجہد کا آخری مرحلہ اپنے ماحول سے تصادم ہو گا۔وہ تصادم غیر مسلح بھی ہو سکتا ہے اور قتال کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے۔یہاں تک کہ حکمران مسلمان بھی ہوں تو قتال کیا جا سکتا ہے۔یعنی اکثریت مسلمانوں کی ہو لیکن نظام کافرانہ ہو' اللہ کی شریعت نافذ نہ ہو' سارا معاشی نظام سود پر چل رہا ہو تو اب یہاں اسلامی نظام کو قائم کرنے کا سنت نبوی ﷺ کے مطابق طریقہ یہ ہو گا کہ معاشرے میں توحید کی انقلابی دعوت کو موثر طور پر پھیلایا جائے' جو لوگ اس دعوت کو قبول کریں ان کی تربیت کی جائے' انہیں منظم کیا جائے۔ بالفرض مناسب تعداد میں ایسے لوگ تیار ہو جائیں تو اب آخری مرحلہ کیا ہو گا۔حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں وہ آخری مرحلہ قتال یعنی دوطرفہ جنگ کی صورت میں تھا۔آج بھی قتال جائز ہے' کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ یہ حرام ہے۔امام ابوحنیفہ کا کہنا ہے کہ فاسق و فاجر حکمران کے خلاف بغاوت کی جا سکتی ہے کیونکہ اگر وہ زبان سے بات نہیں سمجھ رہے تو پھر تلوار کی نوک سے سمجھانے کا مسلمانوں کو حق حاصل ہے۔البتہ وہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ یہ خروج اس وقت کیا جائے جب اتنی طاقت فراہم ہو جائے کہ کامیابی یقینی ہو۔یہ نہیں کہ سو دو سو آدمی کھڑے ہوں' نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھیں' حکمرانوں پر حملہ کر دیں۔اس کا نتیجہ تو یہی ہو گا کہ ختم کر دیئے جائیں گے۔لہٰذا پہلے اتنی جمعیت فراہم کر دی جائے کہ کامیابی یقینی ہو جائے۔

البتہ لیکن حضور ﷺ کے دور کے حالات اور آج کے حالات میں کئی اعتبارات سے فرق واقع ہو چکا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں ایک طرف کفر تھا اور دوسری طرف اسلام' جبکہ آج اسلام ادھر بھی ہے اور اسلام ادھر بھی ہے۔ بے نظیر بھی مسلمان ہے جو کہتی ہے کہ اسلامی سزائیں وحشیانہ ہیں۔نواز شریف اور پرویز مشرف بھی مسلمان ہیں جنہوں نے اللہ کے دشمنوں اور طاغوتی قوتوں کو اپنا سہارا اور پشت پناہ سمجھا ہے۔دوسرے یہ کہ اُس وقت حکمرانوں کے پاس اتنی فوجیں نہیں تھیں کہ لاکھوں کی فوج ملک کے اندر موجود ہو۔ پھر آج پولیس کا ایک طاقتور محکمہ ہے' پیرا ملٹری فورس ہے۔یہ ساری طاقت آج حکومت کے پاس ہوتی ہے اور وہ رائج الوقت نظام کی محافظ ہوتی ہے۔لہٰذا وہ نظام کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی پوری طاقت استعمال کریں گے۔جیسے کہ حافظ الاسد نے ''حما'' میں بمبارٹمنٹ کے ذریعے اخوان المسلمون کے ہزاروں کارکنوں کو ختم کر دیا تھا۔لہٰذا اب دیکھنا یہ ہے کہ آج اس کا بدل کیا ہے—

دورِ حاضر میں دوطرفہ قتال کا بدل یہ ہے کہ آپ ہتھیار خود نہ اٹھائیں آپ زبان سے حق بات کہیں' مطالبے کریں' منظم ہو کر سڑکوں پر آ جائیں' ایک وقت یہ بھی آ سکتا ہے کہ لگان اور ٹیکس دینے سے انکار کر دیں لیکن یہ کہ خود کسی کو نہ ماریں' نہ کسی کی جائیداد کو نقصان پہنچائیں۔ یہ جدوجہد پُرامن ہو گی جسے پُرامن سول نافرمانی کی تحریک یا غیر مسلح بغاوت کہا جا سکتا ہے۔ دینِ حق کے وفاداروں پر گولیاں چلیں تو یہ اپنی جان دیں' مگر کسی پر گولیاں نہ چلائیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کچھ لوگوں کو تو فوج مارے گی لیکن ایک وقت آئے گا کہ آرمی ہاتھ کھڑے کر دے گی کہ اب ہم مزید اپنی قوم کے لوگوں کو نہیں ماریں گے۔ جیسا کہ بھٹو کے زمانے میں جب نظامِ مصطفیٰ تحریک میں جسے پی این اے کہنا زیادہ درست ہو گا' بریگیڈیئر اشرف گوندل نے لاہور میں انکار کیا کہ ہم فائرنگ نہیں کریں گے تو دو اور بریگیڈیئر بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور بھٹو صاحب کو مذاکرات کی میز پر آنا پڑا۔ یہی ایران میں ہوا' شہنشاہ کو جب محسوس ہوا کہ فوج اب میرے خلاف ہو سکتی ہے تو وہ وہاں سے جان بچا کر بھاگا' ورنہ اس کی فوج کو شکست نہیں ہوئی تھی' نہ لوگوں نے ہتھیار اٹھائے تھے۔ آج کے دور میں دوطرفہ قتال کا متبادل یہ یکطرفہ قتال بن سکتا ہے۔ بہرحال اس مرحلے پر دوطرفہ قتال کو کوئی حرام نہیں کہہ سکتا۔ قتال کے لئے حالات اگر سازگار ہوں تو جائز ہے۔

قتال فی سبیل اللہ کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ جب اسلامی حکومت قائم ہو جائے اور اس پر باہر سے دشمن حملہ آور ہو تو اس اسلامی نظام کا دفاع وہاں کے مسلمانوں کے لئے فرضِ عین کا درجہ رکھتا ہے۔ دفاع کے لئے فوجیں اگر کافی ہوں تو ٹھیک' ورنہ عوام میں سے ہر ایک پر قتال فرض ہو جائے گا۔

قتال کی تیسری قسم یا صورت یہ ہے کہ جب کسی ایک خطہ زمین میں اسلامی حکومت اور نظام قائم ہو جائے تو اس نظام کی برکات کو ساری دنیا تک پہنچانے کے لئے قتال کا سہارا لیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی آج کے دور کا ایک اہم معاملہ ہے۔ حضور ﷺ نے جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کا نظام قائم کر دیا تھا تو کیا صرف اہلِ عرب کے لئے اسلام آیا تھا؟ حضور ﷺ کو تو بھیجا گیا تھا پوری دنیا کے لئے اور جب تک پوری دنیا پر اسلام غالب نہ ہو حضور ﷺ کا مقصدِ بعثت مکمل نہیں ہے۔ لہٰذا دارالاسلام سے انقلاب کی توسیع یا تصدیر کے مرحلے میں قتال کی نوبت آ سکتی ہے۔ مثلاً ہم مسلمانانِ پاکستان یہاں اسلامی نظام قائم کر لیں تو کیا اسلام صرف پاکستان کے لئے ہے؟ وہ تو پوری دنیا کے لئے ہے۔ اب اسے آگے پھیلانے کی شکل کیا ہو گی؟ یہ مرحلہ حضور ﷺ کی سیرت میں قتال کی شکل میں آیا۔ اس کا ذکر سورۃ توبہ میں ہے' سورۃ توبہ ۹ ہجری میں نازل ہوئی اور دین کے تکمیلی احکام اس سورۃ میں وارد ہوئے۔ اسی میں حکم دیا گیا ہے کہ اب جو عرب کے رہنے والے مشرکین ہیں ان میں سے اگر کوئی ایمان نہیں لایا تو انہیں قتل کر دو۔ اس میں اہلِ کتاب کے بارے میں بھی آخری حکم آ گیا کہ جب تک یہ جزیہ دینا قبول نہ کریں' ان کے خلاف بھی جنگ جاری رہے گی اور اسی میں یہ حکم بھی آیا کہ جو تمہاری سرحد کے ساتھ ہیں ان کے ساتھ جنگ کرو۔ یعنی آس پاس کے علاقوں میں بھی دینِ حق کو قائم کرنا مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے جس کے لئے مسلمانوں نے سلطنتِ روم اور سلطنتِ فارس سے ٹکر لی۔ یہ جنگ تین شرطوں پر ہوتی تھی۔ پہلی یہ کہ اسلام قبول کر لو تو تم ہمارے بھائی ہو۔ دوسرے یہ کہ دینِ اسلام کی برتری کو تسلیم کرو اور جزیہ دے کر اطاعت قبول کر لو۔ اگر یہ بھی قبول نہ ہو تو پھر اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے تلوار فیصلہ کرے گی۔ صحابہ کرامؓ جب ایران کی سرحدوں پر فوج لے کر پہنچے تو ایرانی بہت حیران ہوئے کہ پہلے تو یہ عرب لوٹ مار کے لئے آتے تھے اور چلے جاتے تھے لیکن اب اس مسلسل لشکر کشی کی کیا وجہ ہے' جبکہ ہمارا ان سے کوئی سرحدی جھگڑا بھی نہیں ہے۔ چنانچہ ایرانی سپہ سالار نے پوچھا تھا کہ تم ہمارا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ رہے۔ جواب دیا گیا: پہلے ہم خود آتے تھے لوٹ مار کرنے کے لئے لیکن اب حالات بدل چکے ہیں۔ ہم خود نہیں آئے بلکہ ہمیں بھیجا گیا ہے۔ اللہ نے بھیجا محمد ﷺ کو اور محمد ﷺ نے ہمیں بھیجا ہے' تاکہ لوگوں کو جاہلیت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لائیں اور انہیں بادشاہوں کے تشدد اور جور و ظلم سے چھٹکارا دلا کر عدلِ اسلامی سے روشناس کرائیں۔ مختصر یہ کہ اس کام کے لئے قرآن نے قتال کا حکم دیا ہے۔

آج کے دور میں اس کی بھی ایک متبادل شکل موجود ہے۔ مثلاً اگر ہم چاہتے ہیں اللہ کا دین پوری دنیا میں پھیلے اور بالفرض پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہو جائے تو ہمارے پاس ریڈیو' ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کے ذرائع ہوں گے کہ جن سے کام لے کر پوری دنیا میں دین کی دعوت پھیلا دیں۔ ان کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور قرآن کے فکر' فلسفہ اور پیغام سے متعارف کرائیں۔ ذرائع ابلاغ کے علاوہ اس فریضہ کی ادائیگی کی آج کے دور میں ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ اسلامی نظام کا ایک ماڈل پیش کر کے دنیا کو دکھا دیں کہ آ کر دیکھو یہ ہے ہمارے دین کا نظامِ عدلِ اجتماعی جو ہمارے ملک میں قائم ہے۔ یہاں کا امن و سکون' عدل و انصاف دیکھو' یہاں کی حریت دیکھو' یہاں کی اخوت و مساوات دیکھو۔ ان دو چیزوں کے ذریعے سے اسلام پوری دنیا میں پھیل سکتا ہے' بغیر تلوار اٹھائے بھی اس کا امکان موجود ہے۔ پچھلی صدی میں روس میں اشتراکی انقلاب برپا ہونے کے بعد انہی ذرائع سے یہ انقلاب برآمد (Export) ہوا اور دنیا نے دیکھا کہ روس سے ہزاروں میل کے فاصلے پر واقع کیوبا میں کیمونسٹ حکومت قائم ہو گئی حالانکہ روس نے وہاں کوئی فوج کشی نہیں کی تھی۔ کیمونزم ایک نظریہ تھا۔ نظریات کو پھیلانے کے لئے ویزا نہیں لینا پڑتا۔ وہ تو ہوا اور بادلوں پر سفر کرتا ہوا جاتا ہے۔

بہرحال یہ جان لیجئے کہ اس مرحلے کے لئے قتال آج بھی جائز ہے' اسے کوئی حرام نہیں کہہ سکتا۔ لیکن یہ کہ متبادل طریقہ موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ اوّل تو آپ اسلام کے پیغام' افکار و نظریات کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے پھیلائیں اور پھر یہ کہ ایک ماڈل اسلامی ریاست قائم کر کے دنیا کو دعوت دیں کہ آیئے دیکھئے یہ اسلام ہے۔ چنانچہ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں جہاد اور قتال کے ضمن میں جو مغالطے ہیں انہیں دور کیا جائے اور ان کے بارے میں اسلام کی جو صحیح تعلیمات ہیں انہیں عام کیا جائے۔ oo

(مرتب: فرقان دانش خان)

☆ نظامِ خلافت کیا ہے؟
☆ یہ کن بنیادوں پر قائم ہو گا؟
☆ عہدِ حاضر میں نظامِ خلافت کا دستوری' قانونی' معاشرتی اور معاشی ڈھانچہ کیا ہو گا؟
☆ اس کے قیام کے لئے سیرتِ نبویؐ سے ماخوذ طریقِ کار کون سا ہے؟

ان تمام سوالات کے جامع' واضح اور مدلل جوابات پر مشتمل ایک بیش قیمت علمی دستاویز

"خطباتِ خلافت"

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان
ڈاکٹر اسرار احمد کے چار خطبات کا مجموعہ

سفید کاغذ' عمدہ طباعت' صفحات ۲۱۲' قیمت (اشاعت عام): ۴۵ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' لاہور

مسلمان کا زوال

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں!
اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے' تونگری سے نہیں!
(علامہ اقبال)

دورِ حاضر میں خارجہ پالیسی کے نئے اصول اور پاکستان کے لئے واحد راہِ عمل

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

(تحریر : ابوالحسن)

آج کی مبینہ مہذب دُنیا میں بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد نظریہ ہے نہ اصول' محبت ہے نہ نفرت۔ وہ جذباتیت کو حماقت سمجھتی ہے۔ ہر ملک کی خارجہ پالیسی اس کے مفادات کے تابع ہے۔ مفادات بدلیں تو دوستی دشمنی میں بدل سکتی ہے اور دشمنی دوستی میں۔ کل جس بنیاد پر ایک ملک سے دوستی ہوئی تھی آج اسی بنیاد پر کسی دوسرے ملک سے یا اسی ملک سے دشمنی ہو سکتی ہے۔ عام اخلاقی تقاضے کے حوالہ سے عجیب بات یہ ہے کہ دو ممالک میں بعض معاملات پر دوستی اور بعض معاملات میں دشمنی ہے اور منافقت کو اپنی انتہا پر دیکھنا ہو تو اتنا جان لینا ہی کافی ہو گا کہ آج بھی کاغذوں میں اعلانیہ طور پر پاکستان تجارتی سطح پر بھارت کی MFN یعنی موسٹ فیورٹ نیشن ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ وزارت خارجہ یومیہ بنیادوں پر ملکی مفادات کا جائزہ لیتی ہے اور طے کرتی ہے کہ اسے اپنی خارجہ پالیسی کو کتنے ڈگری کس ملک کی طرف بڑھانا اور کسی دوسرے ملک سے کتنے ڈگری پیچھے ہٹانا ہے۔ مفادات کی اس جنگ کے پس منظر میں پاکستان اصل صورت حال سمجھنے کی بجائے اپنے بعض دوستوں خصوصاً امریکی وفا کو ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ ہم پاکستانی ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں ساتھ نہ دینے پر امریکہ کو طعنے دیتے ہیں اور اسے بے وفا دوست قرار دیتے ہیں اور پھر جب وہ اپنی کسی نئی ضرورت کے تحت ہم سے رابطہ کرتا ہے تو روٹھے ہوئے محبوب کی طرح اس سے یقین دہانیاں حاصل کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ اب بے وفائی تو نہیں کرو گے۔ امریکہ بھارت کو اپنا قدرتی حلیف قرار دیتا ہے۔ بھارت کے حجم اور اس کی آبادی کے حوالہ سے وہ اسے ایک بہت بڑی مارکیٹ سمجھتا ہے جو تجارتی سطح پر امریکہ کو بے پناہ معاشی فوائد کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ امریکہ کی ''چین گھیراؤ پالیسی'' میں بھارت عظیم ترین مہرہ ہے۔ اسی نقطہ نظر سے مفادات کے سانجھ کی بنا پر دونوں ممالک کے تعلقات کل بھی عروج پر تھے اور آج بھی ہیں۔ لیکن ۱۱ ستمبر کے حادثہ کے بعد افغانستان میں کارروائی کرنے کے لئے اسے افغانستان کے قریبی ہمسائے پاکستان کی زیادہ ضرورت تھی لہٰذا بھارت کی پیش کردہ تمام سہولتیں اور تعاون مسترد کر دیا گیا۔ دیوالیہ ہو جانے والے پاکستان کو ڈیفالٹر قرار دینے کی بجائے اس پر ڈالر نچھاور کئے گئے اور وہ ڈالر جس نے پاکستانی کرنسی کے مقابلے میں کبھی مندے کا رخ دیکھا ہی نہیں تھا' اڑسٹھ روپے کے قریب پہنچ کر ساٹھ سے بھی نیچے چلا گیا۔ افغانستان کا مسئلہ کسی قدر اپنی مرضی کے مطابق حل ہوا۔ اب پھر پاکستان سے آنکھیں پھیری جا چکی ہیں اور اسے بھارتی مطالبات تسلیم کرنے کے لئے کہا جا رہا ہے۔ آج دنیا اپنی سیکیورٹی اور معاشی مفادات کو مدنظر رکھ کر اپنی خارجہ پالیسی مرتب کرتی ہے' خصوصاً امریکہ کا رویہ خالصتاً کاروباری ہے کہ آج تم نے ہمیں یہ فائدہ دیا تو ہم نے تمہیں اس کی یہ قیمت ادا کی' کل تعلقات کیسے ہوں گے اس کو کل دیکھیں گے۔

افغانستان اور وسطی ایشیا کی نو آزاد ریاستوں میں امریکہ کے معاشی مفادات ہیں جس کے لئے وہ چاہتا ہے کہ افغانستان میں ایسی حکومت ہو جو چوں چرا کرنے کی بجائے امریکی احکامات پر فوری عمل درآمد کرے۔ اس کے لئے افغانستان میں امریکی افواج کی باقاعدہ موجودگی جبکہ پاکستان اور وسطی ایشیا کی بعض ریاستوں میں حسب منشا در اندازی اس کی ضرورت ہے۔ دوسری طرف اپنے دفاعی مفادات کے حوالہ سے اسے چین اور روس کی نگرانی کرنی ہے۔ امریکہ کی اس ضرورت کا تقاضا یہ ہے کہ بھارت اور پاکستان اپنے اختلافات کو عارضی طور پر ایک طرف رکھ کر علاقے میں اس سے تعاون کریں۔ ہمارے ہاں بہت سے دانشوروں کو یہ غلط فہمی ہے کہ جنرل مشرف نے افغانستان کے مسئلہ پر امریکہ سے جو تعاون کیا ہے اس سے چین ناراض ہوا ہے حالانکہ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ چین امریکی فوجوں کی موجودگی تو دور کی بات ہے جنوبی ایشیا میں امریکہ کے ضرورت سے زیادہ اثر و رسوخ کے بھی خلاف ہے لیکن وہ طالبان کے پھلنے پھولنے اور مستحکم ہونے کو زیادہ بڑا خطرہ تصور کرتا تھا اور ان کی بھی بیخ کنی چاہتا تھا تاکہ اس کے ایک بہت بڑے صوبہ سنکیانگ کے مسلمان طالبان کی وجہ سے تقویت حاصل نہ کریں اور وہاں آزادی اور علیحدگی کے جراثیم چین کی وحدت اور سلامتی کے لئے خطرہ نہ بن جائیں۔ راقم یقین سے کہہ سکتا ہے کہ امریکہ کے ساتھ ساتھ چین بھی صدر مشرف پر دباؤ ڈال رہا تھا کہ طالبان کو ختم کرنے کے لئے امریکہ سے محدود تعاون کیا جائے۔ جیسا اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ خارجی تعلقات کے حوالہ سے آج دنیا روزانہ کی بنیاد پر پالیسی تشکیل دیتی ہے۔ ۱۱ ستمبر کے بعد چین کی سوچ یہ تھی کہ امریکہ سے طالبان کا خاتمہ کروا لیا جائے اور اس کے فوری بعد امریکی افواج کی علاقہ میں موجودگی کے خلاف سرگرمی کا مظاہرہ کیا جائے۔ چین نے اپنے یہ مقاصد حاصل کرنے کے لئے امریکہ سے معاملات طے کئے کہ وہ طالبان کو ختم کر دے گا تو چین خاموش رہے گا لیکن بدلہ میں امریکہ سنکیانگ کے حوالہ سے چین پر تنقید بند کر دے گا اور وہاں بنیادی انسانی حقوق تلف کرنے پر بھی خاموشی اختیار کرے گا۔ روس ڈبل گیم کھیل رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ افغانستان امریکہ کے لئے دلدل ثابت ہو گا' اس سے امریکہ کمزور ہو گا اور اسے امریکہ سے بدلہ چکانے کا موقع میسر آ جائے گا۔ علاوہ ازیں روس بھی طالبان کا وجود اپنے لئے خطرہ سمجھتا تھا۔ وہ تاک میں تھا کہ جنگ امریکہ لڑے اور وہ ربانی کے ذریعے امریکہ کی اس کامیابی کو کیش کرائے۔ امریکہ نے جب روس کی ان کوششوں کو ناکام کر دیا تو اب وہ بھی چین کے ساتھ مل کر امریکی فوجوں کی موجودگی کے خلاف مہم چلا رہا ہے اور اسے ایک اتحاد کی صورت دے رہا ہے۔ بھارت یہ سمجھتا ہے کہ امریکہ اسے اشارہ دے کر پاکستان کی سرحدوں پر تو لا چکا ہے لیکن پاکستان کو تباہ کرنے کا سگنل نہیں دے رہا بلکہ بھارتی فوجوں کی موجودگی کی وجہ سے پاکستان کو بلیک میل کر کے خود اپنے

(باقی صفحہ ۹ پر)

کہ درویشی بھی عیاری ہے' سلطانی بھی عیاری

صدر پاکستان جناب پرویز مشرف ایک جانب امریکہ کے دباؤ پر ان دینی مدارس کو نکیل ڈالنے کی خاطر کہ جہاں سے جذبۂ جہاد کی شعاعیں پھوٹتی ہیں اپنے تئیں ''خاطر خواہ'' انتظامات کر رہے ہیں' وہاں دوسری جانب باطل کے غلبے سے صرف نظر بلکہ غض بصر کر کے ''خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات'' کی تلقین کرنے والے مدارس کی پیٹھ ٹھونک کر اپنی اسلام دوستی کا ثبوت فراہم کرنے کے لئے کوشاں ہیں ـــــ چنانچہ اسی ضمن میں انہوں نے گزشتہ دنوں اپنے مختصر دورہ لاہور کے دوران بطورِ خاص چند دینی مدارس کو اپنی قدم بوسی کا شرف بخشا۔ زیر نظر اخباری کالم اسی تناظر میں لکھا گیا ہے۔ (مدیر)

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے اقتدار کا سورج نصف النہار پر تھا جب انہیں قدرت اللہ شہاب نے ادیبوں اور شاعروں سے ربط وضبط کی راہ پر ڈالا اور باور کرایا کہ وہ محض خشک مزاج فوجی نہیں بلکہ شعر فہمی کا ملکہ رکھتے ہیں اور ادب کے قدردان ہیں۔ ایک بار ایوب خان لاہور آئے تو انہوں نے مجذوب شاعر ساغر صدیقی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ نواب آف کالا باغ یوں تو اس طرح کے لوگوں کو منہ لگانا پسند نہیں کرتے تھے مگر ''حکم حاکم مرگ مفاجات'' کے تحت انہوں نے اپنی انتظامیہ کو ہدایت کی کہ ساغر صدیقی کو بادشاہ سلامت کے حضور پیش کیا جائے۔

ساغر صدیقی کا نہ تو کوئی ٹھکانہ تھا اور نہ طے شدہ معمولات کہ ان تک رسائی ممکن ہوتی۔ ضلعی پولیس اور انتظامیہ نے ہر وہ جگہ چھان ماری جہاں ساغر صدیقی مل سکتے تھے مگر ان کا سراغ کہیں نہ ملا۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا' پولیس اور انتظامیہ کا بلڈ پریشر ہائی ہونے کے بجائے گرتا جا رہا تھا کیونکہ نواب آف کالا باغ ہرگز یہ سننے کے لئے تیار نہ ہوتے کہ ساغر صدیقی لاہور میں موجود نہیں۔ بالآخر ایک تھانیدار کی نظر کسی گدڑی پوش پر پڑی جو نئی انارکلی کی بغل میں کھوکھے سے پان خرید رہا تھا۔ تھانیدار نے اسے جالیا...... وہ ساغر صدیقی ہی تھا۔ تھانیدار نے اسے ساتھ چلنے کو کہا تو درویش منش شاعر نے انکار کر دیا اور پہلے رُعب اور دباؤ پھر منت خوشامد سے بھی گورنر ہاؤس جانے اور صدر ایوب خان سے ملنے پر آمادہ نہ ہوا جس سے ملاقات کا اشتیاق صوبے اور ملک کے تمام سربرآوردہ لوگوں' بڑے بڑے جاگیرداروں' سرمایہ داروں' ادیبوں' دانشوروں' علماء اور اخبار نویسیوں کو رہتا تھا۔ ساغر صدیقی نے تھانیدار سے کہا کہ اگر تم نے مجھے زبردستی لے جانے کی کوشش کی تو میں ایوب خان کے سامنے گستاخی کا مرتکب ہوں گا جو شاید تمہاری نوکری کے لئے نقصان دہ ہو۔ بہت زیادہ اصرار پر ساغر نے سگریٹ کی ڈبیا پر یہ شعر لکھ کر تھانیدار سے کہا کہ اسے ایوب خان کی خدمت میں پیش کردو۔

ہم سمجھتے ہیں ذوق سلطانی
یہ کھلونوں سے بہل جاتا ہے

غلام مصطفیٰ کھر گورنر پنجاب تھے جب الازہر کے شیخ الجامعہ پاکستان کے دورے پر تشریف لائے اور لاہور کے گورنر ہاؤس میں قیام کیا۔ شیخ الازہر نے گورنر سے فرمائش کی کہ وہ جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد ادریسؒ سے ملنا چاہتے ہیں۔ گورنر نے اپنے سیکرٹری کو حکم دیا کہ وہ جائے اور حضرت شیخ الحدیث کو ادب واحترام سے گورنر ہاؤس لے

ارشاد احمد عارف

آئے۔ سیکرٹری جامعہ اشرفیہ پہنچے تو شیخ الحدیث بخاری شریف کا درس ختم کر کے دارالحدیث سے باہر نکل رہے تھے۔ سیکرٹری نے مولانا سے مدعا بیان کیا۔ مولانا نے قریب کھڑے اپنے شاگرد سے پوچھا ''مولوی صاحب! یہ سیکرٹری کیا ہوتا ہے؟''

''حضرت! گورنر کا معاون خصوصی سمجھ لیں۔''

''مولوی صاحب! یہ گورنر کیا ہوتا ہے؟''

''حضرت! صوبے کے حاکم اعلیٰ کو گورنر کہتے ہیں۔''

''مولوی صاحب! گورنر کو مجھ فقیر سے کیا کام ہے؟''

''حضرت! شیخ الازہر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''مولوی صاحب! مجھے تو شیخ الازہر سے کوئی کام نہیں' پھر میں کیوں ان سے ملنے جاؤں۔ درسِ حدیث کا حرج ہوگا۔''

یوں اس درویش عالم نے گورنر ہاؤس جانے اور شیخ الازہر کی خدمت میں حاضری دینے سے انکار کر دیا۔

اگست ۱۹۹۵ء میں بھارت کے سابق وزیر اعظم نرسمہا راؤ نے بریلی کے دورہ کے موقع پر اعلیٰ حضرت مولانا محمد رضا خان بریلویؒ کے مزار پر چادر چڑھانے اور ان کے نواسے مولانا منان رضا خان بریلوی کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش کی مگر درویش سجادہ نشین نے نہ صرف ملاقات سے معذرت کر لی بلکہ مزار پر حاضری اور چادر چڑھانے کی اجازت بھی نہ دی۔ نرسمہا راؤ نے مدرسہ اور لنگر کے لئے ایک کروڑ روپیہ پیش کرنا چاہا مگر اعلیٰ حضرت کے نواسے نے بزرگوں کی روایت کو زندہ رکھا اور اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسنؒ نے اپنے رفقاء اور ورثا کو وصیت کی تھی کہ: ''آمدنی زیادہ ہو تو کام زیادہ کرو' آمدنی کم ہو جائے تو کام کم کر دو' آمدنی بند ہو جائے تو کام بند کر دو۔ کبھی خیال نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا صرف مدرسہ چلانے میں ہے' اللہ تعالیٰ کی رضا سر پر ٹوکری اٹھا کر حلال کما کر کھانے سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔'' مگر یہ سب اس زمانے کی باتیں ہیں جب شاعر' ادیب اور دانشور فقیر غیور کے پیکر اور علماء وفقراء قرب سلطانی کی خواہش سے بے نیاز ہوا کرتے تھے۔ ان دنوں سیانے کہا کرتے تھے کہ: ''نعم الامیر علی باب الفقیر و بئس الفقیر علی باب الامیر'' (بادشاہ درویش کے دروازے پر اچھا جبکہ درویش بادشاہ کی چوکھٹ پر برا لگتا ہے) آج کل ایسے واقعات سن اور پڑھ کر بس احساس زیاں بڑھ جاتا ہے۔

خداوندا ترے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'' ۳۱ جنوری ۲۰۰۲ء)

بقیہ : تجزیہ

مقاصد حاصل کر رہا ہے لہٰذا خطہ میں امریکی فوجوں کی موجودگی کے معاملے میں چین اور روس کی ہاں میں ہاں ملا کر معلوم ہوتا ہے اس نے بھی جوابی بلیک میلنگ شروع کر دی ہے اور امریکہ کو اشارہ دیا ہے کہ اگر پاکستان کے معاملے میں امریکہ نے اسے بلینک چیک نہ دیا تو وہ نہ صرف چین کے محاصرے کے معاملے میں بھی اس کا ساتھ نہیں دے گا بلکہ خطہ میں ان کی موجودگی کو بھی چیلنج کرنے میں دوسروں کا ہمنوا بن جائے گا۔

اس صورتِ حال میں جنرل مشرف امریکہ کا دورہ کر رہے ہیں۔ راقم کی رائے میں امریکہ ان سے یہ مطالبہ کرے گا کہ وہ بھارتی شرائط پر معاملات طے کر کے پاکستان کو محفوظ کر لیں کیونکہ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا یہی تقاضا ہے۔ لیکن جنرل مشرف سے ہماری یہ گزارش ہے کہ وہ یاسر عرفات کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ جو اپنا نہ بنے اس کا کوئی نہیں بنتا۔ پاکستان اپنے وجود اور بقا کے لئے امریکہ کا نہیں' اللہ کا محتاج ہے اور اللہ کی نظر عنایت حاصل کرنے کا صرف اور صرف یہ طریقہ ہے کہ ہم اپنے کئے ہوئے وعدے کے مطابق اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کو نافذ کریں اور یوں اس کی پناہ میں آ جائیں۔ امریکہ موجودہ دنیا میں فی الوقت سپر پاور ہے تو کائنات کا مالک ازل سے سپریم پاور ہے اور ماضی میں امریکہ جیسی سپر قوتیں اللہ نے آنِ واحد میں صفحۂ ہستی سے مٹا دیں ـــــ اگر طاقتور کی پناہ حاصل کرنا ہی مقصود ہے تو اللہ کی قوت ہی لازوال ہے اور وہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

طالبان پر اعتراضات اور جوابات (۳)

انجینئر نوید احمد کی سلسلہ وار تحریر

دشمن اگر طاقتور ہو تو جہاد کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا!

افغانستان پر حملے کے دوران ایک مذہبی رہنما نے اس رائے کا اظہار کیا کہ ''دشمن اگر طاقتور ہو تو جہاد کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا''! کسی بھی انقلابی تحریک کو ظالمانہ نظام کے خلاف فطری انداز سے جدوجہد کے دوران اقدام کے آغاز کے لئے تو اپنی قوت کا جائزہ لے کر ہی فیصلہ کرنا ہوگا' البتہ اگر کوئی ظالم حکومت کسی کمزور پر چڑھائی کر دے تو ایسے میں ظلم کے خلاف آواز اٹھانا اور ظالم کے خلاف علم جہاد بلند کرنا نیکی کے اعلیٰ ترین کاموں میں سے ہے۔ ترمذی' ابوداؤد اور نسائی کی روایات کے مطابق ظالم سلطان کے خلاف کلمۂ حق کہنے کو افضل جہاد قرار دیا گیا ہے' جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ظالم سلطان کے خلاف عملی جدوجہد کا ہمارے دین میں کیا مقام ہوگا۔ اس حوالے سے ذرا حسب ذیل ایمان افروز واقعات پر غور فرمایئے:

۱) سورۃ البقرہ کے رکوع ۳۲ میں ذکر ہے کہ مشرکین نے بنواسرائیل کو اپنی طاقت کے بل پر فلسطین سے نکال باہر کیا۔ بنواسرائیل نے حضرت طالوت کی قیادت میں مشرکین کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ مشرکین کی قیادت جالوت کر رہا تھا۔ عین میدان جنگ میں حضرت طالوت کے بعض ساتھیوں نے کہا ﴿لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ﴾ یعنی ''آج ہمارے پاس جالوت اور اس کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔'' اس وقت حضرت طالوت نے یہ نہیں کہا کہ طاقتور دشمن کے خلاف جہاد نہیں کرنا چاہئے' بلکہ اس وقت تو اہل ایمان کے جذبات یہ تھے کہ ﴿كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ یعنی ''بارہا ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعتیں غالب آ گئیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے۔'' پھر یہ اللہ کے بندے میدان میں کود گئے اور زمین و آسمان نے وہ نقشہ دیکھا کہ ﴿فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ یعنی ''انہوں نے مشرکین کو شکست سے دوچار کر دیا اللہ کے حکم سے۔''

۲) ۷ھ میں والیٔ غسان شرحبیل بن عمرو نے نبی اکرم ﷺ کے قاصد حضرت حارث بن عمیرؓ کو شہید کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس ظالم سے بدلہ لینے کے لئے ۸ھ میں تین ہزار صحابہؓ پر مشتمل ایک لشکر روانہ فرمایا۔ مقابلہ کے لئے دشمن کے دو لاکھ افراد جمع ہو گئے۔ کیا اس وقت صحابہؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ دشمن بہت طاقتور ہے لہٰذا مقابلہ نہ کیا جائے؟ انہوں نے مقابلہ کیا اور اس معرکہ میں بارہ صحابہؓ نے جام شہادت نوش کیا۔ تاریخ میں یہ معرکہ جنگ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ (الرحیق المختوم' صفحات: ۵۲۶'۵۲۳)

برابر کی ٹیکنالوجی کے حصول کے بغیر مغربی طاقتوں سے لڑنا دانشمندی نہیں

امریکہ اور افغانستان کی جنگ کے حوالے سے اکثر محافل میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ ''برابر کی ٹیکنالوجی کے حصول کے بغیر مغربی طاقتوں سے لڑنا دانشمندی نہیں۔'' جدید سے جدید ٹیکنالوجی کا حصول بحکم قرآنی ﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم﴾ ''اور دشمنوں سے مقابلے کے لئے اپنی امکانی حد تک تیاری کرو۔'' (سورۃ انفال: ۶۰) ہمارے لئے ضروری ہے لیکن مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر ہم مغربی ممالک کے ساتھ ٹیکنالوجی کی سطح پر برابر نہیں آسکتے۔

۱) اس وقت بھی ہمارے ہاں کا اکثر ذہین اور باصلاحیت طبقہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے علم کے حصول کی طرف متوجہ ہے اور اس نے اس میدان میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا ہے۔ یہی لوگ مغربی ممالک میں اہم ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں نظام کی خرابی کی وجہ سے باصلاحیت لوگوں کے لئے اوپر آنے اور اپنی صلاحیت کے جوہر دکھانے کے مواقع نہیں ہیں۔ اقرباء پروری' رشوت ستانی اور جانبداری کی وجہ سے نااہل لوگ اہم مناصب پر فائز ہو جاتے ہیں اور وہ باصلاحیت لوگوں کو نمایاں نہیں ہونے دیتے۔ اسی وجہ سے باصلاحیت لوگ مغربی ممالک میں کام کرنے پر مجبور ہیں اور گویا ہمارے دشمنوں کے لئے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مغربی ممالک ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت دنیا بھر کے باصلاحیت لوگوں کو ایسی پرکشش مراعات و سہولیات دیتے ہیں کہ یہ لوگ انہی ممالک میں کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

۲) ترقی یافتہ ممالک اگر ہمیں ٹیکنالوجی فراہم کرتے بھی ہیں تو وہ جو ان کے ہاں فرسودہ ہو چکی ہو یا اس کا استعمال ان ہی کا مرہون منت ہو یعنی ان کے فراہم کردہ پرزہ جات اور ان کی طرف سے مسلط کردہ ماہرین کا محتاج ہو۔ پھر یہ ماہرین ہماری تمام تر صلاحیتوں اور رازوں سے واقف ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ہم ان کے خلاف ٹیکنالوجی کا کیا استعمال کریں گے جبکہ وہ اس کی نوعیت سے پہلے ہی واقف ہیں اور اس کے سدباب کا خاطر خواہ انتظام رکھتے ہیں۔

۳) اگر کوئی مسلم ملک اپنے طور پر کسی ٹیکنالوجی میں پیش رفت کر بھی لیتا ہے تو اسے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عراق نے ایٹمی صلاحیت کے حصول کی کوشش کی تو اس کی تنصیبات کو تباہ کر دیا گیا۔ پاکستان کو ایٹمی صلاحیت کے حصول کے لئے کوششوں کے دوران دھمکیاں دی گئیں اور اس صلاحیت کے حصول کے بعد کئی بار اسے تباہ کرنے کے منصوبے بنائے گئے۔

ہماری شکست کی اصل وجہ ٹیکنالوجی نہیں بلکہ مسلمان حکومتوں کی بزدلی اور اسلام و مسلمانوں سے بے وفائی ہے۔ اگر تمام مسلمان ممالک باہم متحد ہو جاتے' امریکہ سے تعاون کو ثبوت کی فراہمی سے مشروط کرتے' عرب ممالک امریکی بینکوں سے اپنے اثاثہ جات نکلوا لیتے تو آج صورت حال مختلف ہوتی۔ ہمیں جدید ٹیکنالوجی کے حصول کی کوشش ضرور جاری رکھنی چاہئے' لیکن باہم متحد ہو کر اور اسلام و مسلمانوں سے خلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھروسہ صرف اور صرف اللہ کی مدد پر رکھنا چاہئے۔ ﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ (آل عمران: ۱۶۰) ''اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہاری مدد سے ہاتھ کھینچ لے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے گا اور چاہئے کہ اہل ایمان اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔''

تاریخ گواہ ہے کہ حق و باطل کے معرکہ میں اسباب کے حوالے سے ہمیشہ باطل کا پلڑا بھاری رہا لیکن جب بھی اہل حق نے پامردی دکھائی اور انہیں کامیابی حاصل ہوئی تو فیصلہ کن شے اللہ کی مدد ہی ثابت ہوئی اور اسی کی وجہ سے حق کو باوجود قلت اسباب کے کامیابی نصیب ہوئی۔

دعائے مغفرت

رفیق تنظیم اسلامی گوجر خان سلطان محمود کی والدہ ۳ فروری کو رحلت فرما گئیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللّٰھم اغفرلھا و ارحمھا و ادخلھا فی رحمتک و حاسبھا حساباً یسیراً

یہی ہر چیز کی تقویم' یہی اصل نمود
گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے مستور
لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے ''فقر غیور''!

یقیں پیدا کر اے ناداں ......

محمد سمیع' کراچی

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی ہے اس نے اپنے رسول پر۔" (سورۃ النساء)

اس آیت کو پڑھنے کے بعد قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایمان والوں ہی سے مخاطب ہیں تو پھر ان سے ایمان لانے کا تقاضہ کیوں کیا گیا ہے! اس آیت کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے سورۃ الحجرات کی اس آیت پر غور کیجئے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

"یہ بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے اور ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل بھی نہیں ہوا۔"

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ ایمان کے دو درجے ہیں۔ ایک وہ جس کا ہم زبانی اظہار کرتے ہیں' دوسرا وہ جس کی تصدیق ہمارے قلب کے ذریعے ہوتی ہے۔ زبان سے اقرار کو ایمان قانونی کہا جاسکتا ہے جبکہ دل سے تصدیق ایمان حقیقی میں شمار ہوگی۔ ہم میں سے اکثر لوگوں تک اسلام چونکہ نسل در نسل پہنچا ہے لہٰذا وہ قانونی ایمان کے درجے میں ہے۔ اس قانونی ایمان کو حقیقی ایمان میں تبدیل کرنے کے لئے ہمیں ایمان کے تقاضوں کو شعوری طور پر سمجھنا پڑے گا۔ یہ کوئی غیر فطری ضرورت نہیں کیونکہ اس کی احتیاج انبیاء کرام کو بھی رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان قلب کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم پر چار پرندوں کو سدھا کر انہیں ذبح بھی کرنا پڑا ہے تاکہ وہ دیکھیں کہ اللہ مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو سو برس تک مُردہ رہنا پڑا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندگی عطا کی۔

انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی براہ راست حاصل ہوتی تھی جبکہ ہمارے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔ عام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ حکم دیا ہے کہ "سچوں کی صحبت اختیار کرو۔" فی زمانہ اس کی صورت یہ ہے کہ ایسے صالحین کی جماعت میں شمولیت اختیار کی جائے جو نہ صرف خود اللہ کی بندگی پر کاربند ہوں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہوں اور اقامتِ دین کے لئے کوشاں ہوں۔ ان مقاصد کے لئے مختلف جماعتیں کام کر رہی ہیں۔ ہمیں ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ تلاشِ حق میں سرگرداں کسی فرد کی زندگی کا یہ اہم ترین معاملہ ہوتا ہے۔ کسی جماعت میں شمولیت سے قبل اسے اس جماعت کی دینی فکر پر سنجیدگی سے غور کرنا پڑتا ہے' دوسری جماعتوں کے افکار سے اس کا موازنہ کرنا پڑتا ہے اور اس کے بعد اگر اس کا دل ٹھکتا ہے تو وہ اس میں شمولیت اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ہم کسی جماعت کی فکر اور اس کے طریقہ کار کو شعوری طور پر قبول کرنے کی بجائے اس جماعت کے داعی کی شخصیت یا پھر اس کے لٹریچر کے سرسری مطالعہ کے نتیجہ میں اس جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک شخصیت کا تعلق ہے تو انبیاء کرام کے بعد اب کوئی معصومیت کے درجہ پر فائز نہیں' لیکن ابتدا جوشِ عقیدت میں یا تو ہم اس کی خامیوں پر غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے یا انہیں نظر انداز کر جاتے ہیں۔ پھر وہ مرحلہ آتا ہے جب کسی وجہ سے ہم اس شخصیت کی کسی نہ کسی خامی کی بناء پر اس سے بددل ہونے لگتے ہیں۔ پھر تو جماعتی لٹریچر میں بھی کیڑے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں' کیونکہ شعوری طور پر تو اس لٹریچر کو سمجھا نہیں ہوتا۔ یہ موقع ہوتا ہے جب بیرونی عوامل اس شخص پر اثر انداز ہونے لگتے ہیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ اس نے اپنی جماعت کو بالاستیعاب پڑھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی یا اب یہ موقع آجاتا ہے کہ لٹریچر پر اپنے فرضی اعتراضات میں وزن پیدا کرنے کے لئے دوسری جماعت کے لٹریچر پر غور وخوض شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں ایک جماعت سے علیحدگی اور دوسری جماعت میں شمولیت کا مرحلہ آتا ہے لیکن چونکہ یہ علیحدگی مثبت فکر کی بنیاد پر نہیں ہوتی لہٰذا بعد میں اس جماعت میں بھی خامیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ یوں بار بار کی تبدیلی کے باعث جماعتی زندگی ہی سے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن کچھ نہ کچھ کرنے کا جذبہ چونکہ ابھی زندہ ہوتا ہے اس لئے یا تو وہ عملی کاموں میں منہمک ہو جاتا ہے یا پھر

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

نامے میرے نام

محترم مدیر ہفت روزہ "ندائے خلافت" سلام مسنون!

"ندائے خلافت" کا تازہ شمارہ (۱۰ تا ۱۶ جنوری ۲۰۰۲ء) پیش نظر ہے۔ اس کے سلسلہ میں کچھ اظہار خیال کرنا مطلوب ہے۔

"ندائے خلافت" ماشاء اللہ بہت اچھا نکل رہا ہے۔ آپ حضرات جو محنت کر رہے ہیں' دل سے آپ لوگوں کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ مذکورہ شمارے کے اداریہ کے آخر میں آپ نے تحریر فرمایا کہ "تازہ ترین خبروں میں سب سے زیادہ رسوا کن خبر یہ ہے کہ پاکستان نے امریکی فوجیوں کو پاکستان کی سرحدوں کے اندر داخل ہو کر کارروائی کرنے کی اجازت دے دی ہے...... کیا ہم نے قومی سطح پر خودکشی کا تہیہ کر رکھا ہے؟"

میں توجہ دلانا چاہوں گا کہ پاکستان کے ارباب حل وعقد کی جانب سے کئی بار اس خبر کی تردید کی جا چکی ہے۔ ایسی کوئی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ میرے علم کی حد تک کسی اخبار میں ایسی کوئی خبر اب تک شائع نہیں ہوئی ہے کہ القاعدہ یا طالبان کے تعاقب میں امریکی فوجی پاکستان میں داخل ہوئے ہوں۔ کیا آنجناب کے پاس اس کا کوئی باوثوق ذریعہ ہے؟ یا خبر (جو کہ "تازہ" ہے' تردید تک کا انتظار نہیں کیا گیا) کو بنیاد بنا کر اتنی بڑی بات لکھ دی گئی ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ کوا کان لے اڑا۔ ارے بھئی دیکھا تو ہوتا کہ کان اپنی جگہ موجود ہے بھی یا نہیں۔ اداریہ میں تو خاص کر نہایت ذمہ داری کا ثبوت دینا چاہئے۔ اداریہ میں بعض چیزیں اور بھی ہیں جو خاصی جذباتی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ تحریر ہے کہ: "چنانچہ مضبوط اعصاب کے مالک صدر صاحب گھبرا کر امریکی سفیرہ سے پوچھنے پر مجبور ہوئے کہ "امریکہ بھارت کی حمایت میں آخر کہاں تک جانا چاہتا ہے؟" صدر صاحب کی پالیسوں سے اختلاف اپنی جگہ' ان کی "گھبراہٹ" کا آپ کو کیسے پتہ چلا؟ کوئی باوثوق ذریعہ؟ اداریہ کو افسانوی رنگ تو نہ دیجئے۔ الفاظ کو تول تول کر تحریر کرنا چاہئے۔ جذبات اپنی جگہ لیکن "ندائے خلافت" ایک سنجیدہ ذمہ دار پرچہ اور تحریک خلافت کا نقیب بھی تو ہے۔ افغانستان میں جو ہوگیا سو ہوگیا' اللہ کو یہی منظور تھا' جذباتیت اب ختم فرمائیں۔ ع آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

فقط والسلام

قاضی عبدالقادر' کراچی

☆ مراسلہ نگار' قاضی عبدالقادر صاحب ہمارے نہایت قابل احترام بزرگوں میں سے ہیں۔ ان کے خط پر کوئی تبصرہ کرنا حدادب سے تجاوز کے مترادف ہوگا۔ جن باتوں کی جانب انہوں نے توجہ دلائی اس پر ہم ان کے ممنون احسان ہیں۔ ان کی جانب سے فہمائش بھی ہمیں ستائش سے بڑھ کر عزیز ہے۔ (مدیر)

کیا امریکہ عراق پر حملہ کرے گا؟

شیخ جابر

دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر افغانستان میں جاری امریکی دہشت گردی کے خلاف دنیا کے ہر خطے سے صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ امریکہ نے ۱۱ ستمبر کے واقعے کا الزام فوری طور پر اسامہ بن لادن کے سر منڈھ دیا تھا اور بعد ازاں محض اس الزام کو بنیاد بنا کر افغانستان پر فضائی حملے شروع کر دیئے گئے۔ نتیجہ کیا نکلا؟ ہزاروں انسانی جانوں کے اتلاف اور لاکھوں ڈالر کے گولہ بارود کی بارش کے بعد بھی امریکہ اپنے نام نہاد ملزم اسامہ بن لادن تک رسائی حاصل کرنے میں تا حال ناکام رہا ہے۔ طالبان کو بھی پوری طرح ختم نہیں کیا جا سکا ہے۔ طالبان تحریک جو افغانستان تک محدود تھی' خیال ہے کہ اب ساری دنیا میں پھیل جائے گی۔ وہ آگ جو امریکہ نے جلائی ہے' نہیں خیال کہ جلد بجھے گی۔ خود فرمودہ اپنے اصل اہداف میں ہنوز ناکام امریکہ کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے' وہ ہے ایک اسلامی حکومت کو ختم کر دینا۔

امریکہ بہت پہلے یہ کہہ چکا ہے کہ یہ جنگ افغانستان تک محدود نہیں رہے گی اور ان حملوں کا دائرہ دیگر ممالک تک وسیع کیا جائے گا۔ اس کا اگلا ہدف عراق ہو سکتا ہے۔ عراق اپنی بدقسمتی اور صدر صدام حسین کی کوتاہ بینی کا خمیازہ ایک عرصے سے بھگت رہا ہے۔ ''تیل برائے غذا پروگرام'' پر عمل درآمد میں ناکام صدام حسین الفاظ کے گولے داغ کر عراقی عوام کے مصائب میں اضافہ کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکے ہیں۔ ان کی عاقبت نااندیشی اور سادگی کا یہ عالم ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے ہزیمت اٹھانے کے باوجود انہوں نے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ زمینی حقائق سے بے بہرہ صدر آج بھی شیخی بگھارنے سے باز نہیں آتے۔ ایک حالیہ بیان کے مطابق انہوں نے کہا کہ ''ہم امریکہ کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر اس نے ہمارے خلاف کسی قسم کی جارحیت کرنے کی کوشش کی تو اسے منہ کی کھانا پڑے گی۔ عراق اپنا دفاع کرنا خوب جانتا ہے۔ ایسے ممالک جو ہمارے خلاف جارحانہ عزائم رکھتے ہیں' انہیں ہم باور کرا دینا چاہتے ہیں کہ وہ عراق کے خلاف کسی قسم کی مہم جوئی سے گریز کریں۔''

اس قسم کے بیانات عراق کی طرف سے مسلسل آتے رہتے ہیں۔ انہیں پڑھ کر سمجھ میں نہیں آتا کہ عراق آخر کسے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہا ہے! امریکہ کے مقابلے میں عراق کی دفاعی اہلیت کا سب کو علم ہے۔ جو ملک اپنے خلاف ہونے والی میزائلوں کی بارش نہ روک سکے اور جسے اپنی فضائی حدود پر اختیار حاصل نہ ہو' وہ بھلا کیا دفاع کرے گا! درحقیقت عراق کی حکومت اور عوام کے لئے اصل کام داخلی استحکام کو مضبوط کرنا ہے۔ مزید برآں' انہیں اقتصادی اور تعلیمی سطح پر ترقی کی ضرورت ہے۔

عراق کی کمزور دفاعی صلاحیتوں اور حماقتوں سے قطع نظر' عالمی منظر نامے پر تیزی سے رونما ہونے والی تبدیلیوں کے بعد کیا امریکہ عراق پر حملہ کر سکے گا؟ صورت حال یہ ہے کہ امریکہ کے اتحادی عراق پر حملے کے حق میں نہیں ہیں' جیسا کہ ترکی کے وزیر خارجہ نے دوٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ: ''اگر امریکہ عراق پر حملہ کرتا ہے تو اتحاد ٹوٹ جائے گا۔'' ترکی نیٹو کا واحد مسلم رکن ہے۔ اس لحاظ سے اتحاد میں اسے غیر معمولی اہمیت اور حیثیت حاصل ہے۔ ترکی کی ایسی دوٹوک رائے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ترکی کے اس مضبوط موقف کا سبب وہ تجارتی روابط بھی ہو سکتے ہیں جو اس نے حال ہی میں عراق سے استوار کئے ہیں۔ عراق پر کی جانے والی کوئی بھی عسکری جارحیت ان تجارتی تعلقات کے انقطاع کا باعث بن جائے گی۔ اس کے علاوہ شمالی عراق میں کردوں کو شہ ملے گی' جس سے ترکی کے کرد نسل پرستوں کو بھی تقویت ملے گی جو کسی طرح بھی ترکی کے مفاد میں نہیں ہے۔

عراق پر حملہ امریکہ کے لئے اتنا سہل نہیں ہے۔ ایسی کوئی بھی کارروائی روس اور امریکہ کے صدور کی باہمی دوستی کو بھی امتحان میں ڈال دے گی۔ روس نے حال ہی میں عراق سے ۴۰ بلین امریکی ڈالر کا تجارتی معاہدہ کیا ہے۔ روسی اس معاہدے کے بارے میں جذباتی ہیں اور اسے امریکہ کی عالمی چودھراہٹ کے خلاف ایک مزاحمتی قدم سمجھتے ہیں۔ روس جو اپنا تابناک ماضی واپس لانے کی تگ و دو میں ہے' اس معاہدے کی شکستگی برداشت نہیں کرے گا۔

عالمی اقتصادی طاقت جاپان بھی عراق پر حملے کے حق میں نہیں ہے۔ حال ہی میں جاپان کی حکومت نے جب اپنے تین عسکری جہاز بحر ہند کی جانب روانہ کئے تو صرف ۸ فیصد ووٹرز نے اس فیصلے کی حمایت کی۔ عراق سے جنگ کی صورت میں نہ صرف عوام کے احساسات انگیخت ہوں گے بلکہ حکومت کی مقبولیت کا یہ تناسب بھی مزید نیچے آ جائے گا۔ سعودی عرب نے بھی جو امریکہ کا کٹر حامی سمجھا جاتا ہے' عراق پر کسی حملے کی حمایت کرنے سے انکار کر دیا ہے جبکہ اردن نے بغداد پر کسی بھی قسم کے حملے کے بارے میں اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے۔

ماضی قریب میں برطانوی وزیر اعظم کا رویہ کئی معاملات میں ایسا رہا ہے کہ جسے دیکھ کر ''شاہ سے بڑھ کر شاہ کا وفادار'' کی مثل یاد آتی رہتی ہے۔ لیکن برطانیہ نے بھی صاف طور پر امریکہ کو بتا دیا ہے کہ وہ عراق پر حملے کی حمایت صرف اسی صورت میں کرے گا کہ جب صدام حسین کے خلاف واضح اور ٹھوس ثبوت اسے فراہم کر دیئے جائیں۔ اب یہ خالصتاً ٹونی بلیئر کی فہم پر منحصر ہے کہ وہ کس قسم کے شواہد کو واضح' ٹھوس اور حتمی سمجھ لے!

عراق پر حملے کی صورت میں امریکہ دنیا بھر میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی سخت تنقید کا نشانہ بنے گا۔ ایک دنیا اس واقعہ پر احتجاج کرے گی۔ صدر بش کی مقبولیت کو زک پہنچے گی۔ وہ ملکی و بین الاقوامی سطح پر حمایت سے محروم رہیں گے۔ دوسری جانب ایسا کوئی حملہ عالم اسلام کے غصے کو مزید ہوا دے گا۔ ایسی صورت حال میں مسلمانوں پر اتحاد و استحکام کی ضرورت پہلے سے زیادہ واضح ہو گی!

بقیہ : جاگو جگاؤ

دنیاداری میں دوسروں سے مسابقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ عظیم تر مقصد کو چھوڑنے کے بعد جب وہ ادنیٰ مشغلوں میں لگ جاتا ہے تو اس کی حیثیت اس بھیڑ کی سی ہو جاتی ہے جو اپنے ریوڑ سے جدا ہو کر کسی بھیڑیئے کے ہتھے چڑھ چکا ہو۔

اگر ہم اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو ہمیں معاشرے میں ایسے افراد بکثرت مل جائیں گے۔ ایسے لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ انہوں نے عظیم تر مقصد سے انحراف کر کے معاشرے پر تو جو ظلم کیا' سو کیا لیکن خود انہوں نے اپنے آپ پر کس قدر ظلم کیا ہے! اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان لعین کے فریب سے محفوظ فرمائے!!

اہم اطلاع

ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' ماہنامہ ''میثاق'' اور ماہنامہ ''حکمت قرآن'' کے

انٹرنیٹ ایڈیشن

تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر مطالعے کے لئے دستیاب ہیں۔

پاکستان ٹیلی ویژن......ایک جائزہ

ٹیلی ویژن ایک مفید اور موثر ایجاد ہے جو عظیم مقاصد کے حصول میں استعمال کی جا سکتی ہے۔ یہ تشہیر و اشاعت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس کی بدولت معاشرے کو Educate کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس کا کنٹرول اچھے ہاتھوں میں ہو تو معاشرے میں صحت مند تبدیلیاں لانا کوئی مشکل کام نہیں۔ اسی طرح اگر ٹیلی ویژن کے پروگرام با مقصد نہ ہوں تو ناظرین کو تضیع اوقات کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اگر بے مقصد ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے پروگرام بے راہ روی' جرائم اور فحاشی پھیلانے والے بھی ہوں تو معاشرہ کو غلط راہ پر جانے سے کوئی بھی دوسرا ذریعہ نہیں روک سکتا۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ پاکستان ٹیلی ویژن کے بیشتر پروگرام اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ریاست میں غیر صحت مندانہ رجحانات پیدا کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو اسلام سے دور لے جانے میں موثر ثابت ہو رہے ہیں۔ فحاشی کی طرف لے جانے والی فلمیں تو خیر اسلامی ثقافت کی بجائے بنیادی اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف مادر پدر آزاد ماحول پیدا کر رہی ہیں' جس کے نتیجہ میں جنسی بے راہروی عام ہو رہی ہے اور خاندانوں کے اندر سے شرم و حیا رخصت ہو رہی ہے اور اس کی بجائے مغربی تہذیب اپنی پوری گندگی کے ساتھ ہمارے ملک میں در آمد ہو رہی ہے۔

فلموں کے علاوہ Entertainment کے نام پر کچھ ڈرامے بھی پیش کئے جاتے ہیں جن میں مرکزی خیال جوان لڑکیوں اور لڑکوں کا بے محابا میل جول' تنہائی میں ملاقاتیں' عشقیہ گفتگو اور دوستی ہوتا ہے یا پھر ان ڈراموں میں قتل کرنے کے انداز' ڈاکے کے مناظر' بینک لوٹنے کی کامیاب وارداتیں دکھائی جاتی ہیں جس سے نوجوان نسل یعنی لڑکے اور لڑکیاں جنسی بے راہروی کا شکار ہو کر خاندانوں کے لئے تباہی اور بربادی کا سامان پیدا کر رہے ہیں اور بے روزگار تعلیم یافتہ مایوس نوجوان جرائم کا رخ کر رہے ہیں۔ اخبار بین حضرات جانتے ہیں کہ ہمارے اخباروں کے صفحے جرم و سزا کے عنوان سے شائع ہوتے ہیں۔ جنسی تشدد' اغوا اور ماں باپ کی مرضی کے خلاف عدالت میں نکاح کا رجحان روز افزوں ہے۔ مختصر یہ کہ پاکستان ٹیلی ویژن عوام کو تفریح کے نام پر خدا ناشناس ثقافت سے قریب اور اسلامی تعلیمات سے دور کرنے کے علاوہ اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے کی پوری کوشش کر رہا ہے جس کی تمام تر ذمہ داری ان افراد پر ہے جن کے ہاتھ میں ملک کی باگ دوڑ ہے اور وہ ہیں بھی مسلمان' یعنی رسول اللہ ﷺ کے امتی۔

کیا پاکستان ٹیلی ویژن اسلامی ثقافت کی' اسلامی روایات کی اشاعت نہیں کر سکتا؟ کیا اسلامی ثقافت ناقص اور نامکمل ہے جس کی وجہ سے ہم اپنی روایات پیش کرنے میں سبکی محسوس کرتے ہیں؟ کوئی باخبر شخص اس کو ماننے پر تیار نہیں کیونکہ اسلامی تاریخ جرأت و بہادری' عزم و استقلال' ایثار و قربانی' دیانت و امانت کے درخشندہ واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ہمیں اپنی تہذیب میں کون سی کمزوری نظر آتی ہے' جس کی وجہ سے ہم اس کی اشاعت سے گریزاں ہیں؟ اگر ہماری تہذیب ہر دوسری تہذیب و ثقافت سے برتر ہے اور یقیناً ہے کیونکہ اس کے اصل و اصول اور قواعد و ضوابط خالق کائنات نے مقرر کیے ہیں تو ہمیں اپنی تہذیب

محمد یونس جنجوعہ

و ثقافت پر معذرت خواہانہ انداز اختیار کرنے کے بجائے فخر کرنا چاہئے اور اسلام کی سنہری روایات کی ترویج و اشاعت کر کے ایک پاکیزہ اور پُر امن معاشرہ قائم کرنا چاہئے جو حریت اور انصاف کی بنیادوں پر استوار ہو اور جہاں مسلمان اسلامی بھائی چارے پر مبنی خوشگوار تعلقات کے ساتھ زندگی گزاریں اور دوسروں کے لئے مثال بنیں۔

ڈرامے دکھائے جائیں مگر ان میں بلند اخلاق اور عظیم کردار کی درخشاں مثالیں پیش کی جائیں۔ اسلامی تاریخ میں ایثار و قربانی کے لاتعداد واقعات مل سکتے ہیں۔ اسی طرح سبق آموز قصے دکھائے جائیں جس میں گناہ کے کاموں سے نفرت کی ترغیب دلائی جائے۔ مثال کے طور پر ایک گوالا دودھ میں پانی ملا کر بیچتا ہے اور اس طرح کافی دولت جمع کر لیتا ہے۔ ایک دن وہ سفر کو روانہ ہوا اور اپنی اس دولت کو تھیلے میں بند کر کے ساتھ لے لیا۔ جب تھک گیا تو نہر کے کنارے ایک درخت کی چھاؤں میں آرام کرنے لیٹ گیا اور رقم کا تھیلا سرہانے رکھ لیا۔ تھکا ہوا تھا' نیند آ گئی۔ قریب ہی ایک بندر تھا۔ وہ آیا اور چپکے سے اس کا تھیلا لے کر درخت پر جا بیٹھا۔ گوالے کی آنکھ کھلی تو تھیلا غائب پا کر بڑا پریشان ہوا۔ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اوپر دیکھا تو تھیلا بندر کے پاس تھا۔ گوالا بندر سے اپنی رقم کا تھیلا مانگنے لگا اور منت سماجت کرنے لگا۔ بندر نے تھیلے کا منہ کھولا۔ ایک روپیہ گوالے کی طرف پھینکتا اور ایک نہر میں۔ گوالا رقم سمیٹ کر گھر پہنچا تو یہ واقعہ سنایا۔ جب گوالے کے بھائی نے سنا تو کہنے لگا' دودھ کی کمائی تو تمہیں مل گئی اور پانی کی کمائی نہر کو۔ اس طرح حرام کمائی کمانے والوں کو سبق ملے گا کہ ناجائز دولت ضائع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کے واقعات ڈراموں کے اندر دکھائے جائیں جن میں خدا ترس لوگوں کو تکالیف اور مصائب کے بعد کامیاب و کامران اور جرائم پیشہ افراد کو بالآخر بیماریوں اور عذابوں میں مبتلا دکھایا جائے۔

اسلام میں شرم و حیاء کی تعلیم ہے۔ حیا کو ایمان کا حصہ کہا گیا ہے۔ عورت تو سراپا حیا ہے۔ اشتہاری اور کاروباری مقاصد کے لئے عورتوں کی نیم عریاں تصاویر ہمارے معاشرے میں غلاظت اور گندگی پھیلا رہی ہیں۔ کالجوں' سکولوں اور یونیورسٹیوں میں نوجوان لڑکے لڑکیوں کا بے حجاب اختلاط طرح طرح کے معاشرتی مسائل اور الجھنیں پیدا کر رہا ہے مگر ہمارا ٹیلی ویژن ایسے مناظر کی نمایاں تشہیر کر رہا ہے۔ کیا یہ اسلام کا مذاق نہیں؟

دیکھئے' پاکستان کسی نظریئے پر وجود میں آیا کہ ہم ایک ایسا خطہ زمین چاہتے ہیں جہاں اسلامی نظام حقیقت بن کر نافذ ہو۔ اسلامی نظام کیا ہے؟ ہر شخص جانتا ہے کہ اسلامی نظام میں بے حیا اور مادر پدر آزاد تہذیب کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ سودی معیشت' عریانی و فحاشی' اختلاط مرد و زن کا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے بلکہ اسلام ان چیزوں سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہے۔ پس اسلامی نظریئے کے خلاف اقدامات تو سرے سے پاکستان کے وجود کا جواز ہی کھو دیتے ہیں۔ پھر جس مغربی تہذیب کو ملک میں درآمد کیا جا رہا ہے اس تہذیب سے تو خود اہل یورپ بھی نالاں ہیں۔

اگر ہم پاکستان کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ یہاں اسلامی نظام پوری آب و تاب کے ساتھ نافذ ہو۔ اسلام دین کامل ہے۔

زندگی کے ہر شعبے میں قرآن و سنت سے راہنمائی لی جائے۔ غلامانہ ذہنیت کے تحت دوسری اقوام کی اندھی نقالی کسی طرح بھی اسلام کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔ الغرض پاکستان میں حقیقی اسلامی معاشرہ قائم کرنے میں بنیادی کردار ٹیلی ویژن کا ہے۔ اگر ٹیلی ویژن کا قبلہ راست کر دیا جائے تو پاکستان کو ایک نظریاتی اسلامی مملکت بننے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔

اسرۂ قرآن کالج کا دعوتی اجتماع

یہ اجتماع ۱۰ جنوری کو قرآن کالج کے کامن روم میں منعقد ہوا‘ جس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا۔ اس کے بعد اسرہ کے نائب نقیب پروفیسر حافظ علاؤالدین نے سورۃ العصر کے حوالے سے درس دیتے ہوئے بتایا کہ اس سورہ کے مجموعی معنی سے ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جس شخص میں ایمان نہیں ہے اس کے عمل میں راست بازی اور اصلاح نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ وہ صبر اور انصاف کی خوبیوں سے بھی بے بہرہ ہوتا ہے۔ اس طرح وہ خسارے میں ہوتا ہے یعنی وہ مایوسی‘ محرومی‘ بدنصیبی‘ شکستہ حالی اور حیرانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ انسانی حیاتیات لادینی کے انتشار کو رد کر دیتی ہے۔ قرآن میں رب کریم نے چودہ صدیاں قبل ہی ایسا عظیم پیغام عطا کیا ہے کہ جو انسانی تصور سے بھی باہر ہے۔ کفر اور لادینی ہی خسارہ ہے۔ یہ نقصان ایمان‘ اخلاق‘ سچ پر عمل اور توکل سے پورا ہو سکتا ہے۔ خطاب کے بعد انہوں نے رفقاء و احباب سے ساتھیوں کی تعداد بڑھانے کے ضمن میں رائے طلب کی۔ سب نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں‘ جن کی روشنی میں یہ طے کیا گیا کہ آئندہ سے ہر مہینے میں اسرہ قرآن کالج کے دو پروگرام ہوں گے۔

اس کے بعد جناب پروفیسر حافظ علاؤالدین نے دعا کرائی‘

(رپورٹ: کرم داد خان بلوچ)

تنظیم اسلامی گوجر خاں کی ماہانہ شب بسری

۲۶ اور ۲۷ جنوری کی درمیانی شب تنظیم اسلامی گوجر خان کی ماہانہ شب بسری کا پروگرام تنظیم کے مقامی دفتر میں ہوا۔ پروگرام کا آغاز نمازِ مغرب کے فوراً بعد ہوا۔

جناب حامد شاہ نے سورۃ الرحمٰن کے پہلے رکوع کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ جناب حافظ مجید ندیم نے درس حدیث دیا‘ جس میں علم کے حصول کی اہمیت اور افادیت بیان کی۔ ’’سمع و اطاعت‘‘ کے موضوع پر جناب ڈاکٹر عبدالسمیع کا خطاب بذریعہ ویڈیو کیسٹ سنا گیا۔ پونے دو گھنٹے پر محیط اس تقریر کو تمام رفقاء نے بڑی توجہ اور انہماک سے سنا۔ اس کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔

کھانے کے بعد سوا نو بجے پروگرام دوبارہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے جناب حامد شاہ نے سیرتِ صحابہؓ کے تحت انفاق فی سبیل اللہ کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ کے کردار پر روشنی ڈالی۔ جناب اللہ دتہ کو ’’باطنی بیماریاں اور ان کا علاج‘‘ جناب عبدالرحمٰن تابانی کو ’’عبادت رب‘‘ راقم کو ’’اقامت دین‘‘ اور جناب چوہدری محمد امین کو ’’دعوتِ دین اور اس کا طریق کار‘‘ کے موضوع دیئے گئے تھے۔ سب نے انہیں احسن طریقے سے بیان کیا۔ جناب فاروق حسین نے تمام رفقاء میں سوالنامہ تقسیم کیا جس میں تنظیم کے پیغام‘ انقلابی جدوجہد کے مراحل اور بیعت سے متعلق سوال تھے۔ تمام رفقاء نے مقررہ وقت دس منٹ کے اندر اپنی استعداد کے مطابق سوالنامہ حل کر کے واپس کر دیا۔ تنظیم اسلامی گوجر خان کے امیر جناب مشتاق حسین نے رفقاء کے ساتھ نماز کے متعلق ایک مذاکرہ کیا۔ انہوں نے ہر رفیق سے نماز سنی اور نادانستہ سرزد ہونے والی اغلاط کی نشاندہی کی۔ اس نشست کے آخر میں جناب ساجد حسین نے اب تک ہونے والے تمام بیانات کا خلاصہ پیش کیا۔ رات ۱۱:۳۰ بجے آرام کا وقفہ ہوا۔

صبح ۵ بجے نماز تہجد ادا کی گئی۔ اس کے بعد اجتماعی طور پر قرآن پاک کی تلاوت ہوئی۔ نمازِ فجر کے بعد جناب عبدالمجید نے سورہ آلِ عمران کی آیات ۱۳۸ تا ۱۴۱ کا درس دیا۔ اختتامی دعا کے بعد رفقاء اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

(رپورٹ: مرتضٰی شاہ)

اسرہ چشتیاں کے زیر اہتمام شب بسری

۲۷ جنوری کو شب بسری کا آغاز گرڈ سٹیشن مسجد میں بعد نمازِ مغرب جناب حاجی محمد منیر احمد کے درسِ قرآن سے ہوا۔ اس میں تقریباً ۳۵ افراد نے شرکت کی۔ درسِ قرآن میں سورۂ یونس کا ایک رکوع تلاوت کیا گیا جس کی وضاحت میں مدرس نے بتایا کہ ہمارے اچھے اعمال میں کمی اور کمزوری کا ایک سبب تو شفاعتِ باطلہ کا تصور ہے جو ہم اپنے ذہنوں میں بٹھائے ہوئے ہیں جبکہ اس کی دوسری وجہ آخرت پر یقین نہ ہونا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جیسے ایک مزدور صبح سے شام تک مزدوری اس پختہ یقین کے ساتھ کرتا ہے کہ شام کو اس کی اجرت یقیناً ملے گی اسی طرح جب تک ہم اپنے اندر آخرت پر پختہ یقین پیدا نہ کر لیں‘ نیک اعمال کا انجام پانا بہت مشکل ہے۔

یہ درسِ قرآن تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا۔ نمازِ عشاء کے بعد اسرہ چشتیاں کے ناظم تربیت جناب محمد ذوالفقار نے دورہ ترجمہ قرآن شروع کرایا جس کا آغاز سورۃ الفاتحہ سے کیا گیا اور اسے سورۃ البقرہ کے آٹھویں رکوع تک پڑھا گیا۔ اس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔ تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد سب ساتھیوں نے قرآنِ مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھ کر سنایا۔ فجر کے بعد درسِ حدیث ہوا اور پھر تمام ساتھی اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

(مرتب: حسن محمود)

فیصل آباد میں ہفتہ وار قرآنی تربیت گاہ

فیصل آباد میں ۲۴ جون ۲۰۰۱ء سے ہفتہ وار قرآنی تربیت گاہ جاری ہے۔ اس میں ہر اتوار کو قرآنِ حکیم کی آخری منزل (جو کہ سورہ ق سے شروع ہوتی ہے) کا تذکیری پروگرام ہوتا ہے۔ پہلے متعلقہ حصہ کی مکمل تلاوت کی جاتی ہے‘ پھر اس کا مختصر ترجمہ و تشریح بیان ہوتی ہے چونکہ آخر میں جناب قاری عبدالرحمٰن السدیس کی آواز میں تلاوت کا کیسٹ سنوایا جاتا ہے۔ قرآن حکیم کی آخری منزل چونکہ زیادہ تر فکر آخرت پر مشتمل ہے‘ اس لئے یاددہانی کے لئے اس کی بہت اہمیت ہے۔

اس پروگرام کے لئے ہر دفعہ نئے مدرس کو دعوت دی جاتی ہے۔ اب تک جناب سید کفیل ہاشمی‘ پروفیسر فخر الاسلام قاضی‘ جناب حافظ عاکف سعید‘ جناب ڈاکٹر عارف رشید‘ جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر‘ جناب محمد مبشر‘ جناب محمد شفاء اللہ خان‘ جناب حافظ قاری حبیب اللہ‘ جناب حافظ محمد اشرف‘ جناب پروفیسر خان محمد اور جناب ڈاکٹر عبدالسمیع تذکیر کرا چکے ہیں۔ پچھلی دفعہ جناب حافظ عاکف سعید نے سورۃ المزمل کا درس دیا تھا۔ ۲۷ جنوری کے پروگرام میں جناب ڈاکٹر عارف رشید نے سورۃ المدثر سے یاددہانی کرائی۔ حاضری ۷۰ افراد سے کچھ زیادہ تھی۔

اس پروگرام کی تشہیر کے لئے ہینڈ بل شائع کیا جاتا ہے۔ یہ مغرب تا عشاء تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا پروگرام ہوتا ہے جس کی باقاعدہ آڈیو ریکارڈنگ کی جاتی ہے۔ اس میں خواتین بھی شریک ہوتی ہیں۔ یہ پروگرام تنظیم اسلامی فیصل آباد (غربی) نے شروع کیا تھا لیکن اب یہ تنظیم اسلامی فیصل آباد (شرقی) کے زیر انتظام ہوتا ہے‘ جس میں دونوں حلقوں کے رفقاء دلچسپی سے حصہ لیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کے ذریعے ہمارے دلوں کو نورِ ایمان سے منور فرما دے! (رپورٹ: محمد اصغر صدیقی)

تنظیم اسلامی راولپنڈی (غربی) کا ماہانہ دعوتی پروگرام

اس دعوتی پروگرام کے سلسلے میں ۲۵ جنوری کو بعد نمازِ مغرب ایک درسِ قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ جناب رشید ارشد نے ’’فتنہ دجال اور ہماری ذمہ داری‘‘ کے موضوع پر سورۃ الکہف کی روشنی میں خطاب کیا۔ اپنی تقریر میں انہوں نے موضوع سے متعلق احادیث کا حوالہ بھی دیا۔ شرکاء نے درس بڑے انہماک سے سنا اور مستفید ہوئے۔ اس درس کی تشہیر کے لئے محلے میں دعوت نامے اور ہینڈ بل ذاتی رابطوں کے ذریعے تقسیم کئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ مقامی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد کافی تعداد میں ہینڈ بل بعنوان ’’امیر محترم کا خط بنام صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف‘‘ نمازیوں میں تقسیم کئے گئے۔ درس میں شرکاء کے علاوہ حلقہ پنجاب (شمالی) کے ناظم اور ناظم تربیت نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ نماز عشاء سے قبل یہ پروگرام دعا کے ساتھ ختم ہوا۔

(رپورٹ: میر اصغر علی)

ضرورت رشتہ

باپردہ‘ پابندِ صوم و صلوٰۃ‘ بی اے‘ بی ایڈ دوشیزہ کے لئے اردو سپیکنگ قابلِ ترجیح برسرِ روزگار رشتہ درکار ہے۔

رابطہ پوسٹ بکس 106‘ ملتان

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

nobody to register a complaint, much less investigate. Little or nothing like this occurred during the much-maligned Taliban rule.

The present efforts are directed at recruiting more and more Hamid Karzais, none of whom have suffered pain for the country or even rubbed shoulders with the statesmanship and profundity pivotal to nation-building. What would one expect from them, when like Noriega and Saddam, their sole tutor has been the CIA and treachery, not the Enlightenment. Their throbbing loyalties are personal and purchasable, not national or ideological. All these factors add to further destabilise the shaky foundation of the American occupation.

Nation-building, they may call it, but it is not. Nation building demands sincere intentions and enlightened compromise by the concerned parties. It requires an educated public and free media to check exploitation and abuses by the powerful. As a biased interventionist, the US has already started playing tricks with what is dear to the people of Afghanistan. The only factor that forced them into war with the former Soviet Union was their love for Islam. Despite being the outsiders, the Americans are now raising objection to the 1964 constitution of Afghanistan. Article 2 of the constitution is being ridiculed for its declaring Islam as state religion. Article 8 is being criticised for it requires the king to embrace the Hanafi doctrine. A 1965 statue is being paraded as redundant as it prohibits defamation of Islam.

Undoubtedly, Afghanistan is incapable of self-rule. Nevertheless, it doesn't mean that impartial power brokers should start writing a constitution for the gullible Afghans and force odd things down their throat -- things which the nation would not be able to digest. Nurturing Afghan institutions and customs should be independent of any outside interference. The impending disaster can be avoided only by pulling out all combat forces of the US led Coalition. Instead, the blue beret UN peacekeepers need to take over, restore Afghanistan's sovereignty and stay until the mores of locally acceptable government and the rule of law are widely inculcated without any biased interference from abroad. The experience of American spies among the UN forces in Iraq has reduced credibility of an impartial UN peacekeeping force; still there is no justification for the prolonged stay of hostile, combat forces in Afghanistan - particularly if bringing peace and stability is the actual objective.

Any effort at hiding the ongoing chaos, uniting the Afghan nation with the force of American dollars or gallantry and muscle would be artificial. The dollars and the daisey cutters might temporarily dissolve the longstanding hatred and prejudices. Similarly, ordinary Afghans might remain in shock at their unimaginable loss due to the US imposed war. Both of these phenomenon, however, would not last long. The CIA-fed political grandees and their lackeys in Kabul insist they have learned from the sanguinary past. They have morphed into democrats and troubadours for the rule of law and national independence, turning Mir Jaffar and Mir Sadiq's story on its head. But, like the reports of peace in Afghanistan, the tale is too implausible to believe. At the same time, Afghanistan is far too stretched outside Kabul's boundary to be considered as non-existent and the misery of millions is too deep to disregard. Telling the truth might be a hard pill for the western media to swallow, but it needs to bring the fact before the world that prolonging occupation of Afghanistan is no guarantee to a legitimate and stable government. Let the world impartially facilitate the Afghan under the auspices of neutral peacekeeping forces to restore Afghan sovereignty and restore to Afghanistan the pre-October 7 normalcy.

ایک رفیق کے نام

(جس نے راہِ حق میں ثابت قدمی نہ دکھائی)

کوثر نیازی مرحوم

زندگی دے کے خریدی ہے ہلاکت تو نے   عطر کو چھوڑ کے بھاگے ہو غلاظت کی طرف
اس سے بڑھ کر نہیں گھاٹے کی تجارت کوئی   عقل کو چھوڑ کے لپکے ہو حماقت کی طرف

تُو نے حق چھوڑا ہے اندیشۂ غربت سے فقط   سوچتا ہوں تو دل احساس سے ہل جاتا ہے
ہائے! اس بات سے بھی تجھ کو نہ تھی آگاہی   رزق اس دہر میں کتوں کو بھی مل جاتا ہے

ہر قدم دشتِ مصائب میں یہاں رکھنا ہے   پہلے اس رہ کے مراحل کو تو سوچا ہوتا
ڈوبنا پار اترنے کو یہاں کہتے ہیں   پہلے اس بحر کے ساحل کو تو سوچا ہوتا

عشرتِ فانیٔ امروز پہ مرنے والے   دائمی نعمتِ فردا بھی تجھے یاد آتی
مشورت تو نے نہ کی روح سے ورنہ غافل   منفعت کس میں ہے، یہ راز تجھے سمجھاتی

شومیٔ قسمت و ایام کی گردش کہیے   کوئی آفت بھی نہیں تھی جو تجھے کھا جاتی
ہائے! یہ وقت جو دیکھا ہے ترے ایماں نے
کاش! اس وقت سے پہلے تجھے موت آجاتی

Vol:11 Regd.CPL No.127 No.6
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan2@psh.paknet.com.pk)

Chaos Reigns in Afghanistan.

An American colonial shipwreck is looming before the world and the United Nations. The probability that the witch's brew of Afghan sell-outs will pluck a flower of colonial safety from the nettle of allied occupation, warlordism and grim ethnic enmities is submicroscopic. The dollar bonanza may not perform miracles for far too long. No one, however, dares to tell the world that imminently after the ramshackle interim six months administration of Hamid Karzai, Afghanistan will be staring at an abyss once again, and the abyss will stare back irrespective of multi-million dollars shopping of loyalties for the American picked Loya Jirga. The country will suffer, fracture and convulse as much due to direct American occupation as it has suffered due to its indirect interference.

"No one even talks about the actual situation," gingerly complained a sceptical development professional from Europe while talking to this scribe upon his return from Kabul in Mid January 2002. "There is no peace, no security -- not even in Kabul. Streets get deserted by 6 or 7 in the evening. Once I tried to go out and the soldiers of the Northern Alliance stopped our car, opened the door, pulled my clothes and demanded money, all the while saying: 'paisa,' 'paisa.' The Coalition forces control only parts of the city. Bagram airport has also been closed down for security reasons. I wonder how the donors would spend the already approved billions of dollars. I think it's a big game which we may never understand."

A great conspiracy of silence is underway to hide the ongoing chaos in Afghanistan. The Western media is silent. Only those censored news reports pour out of Afghanistan, which could somehow prove the US successful despite all predictions of its fall to the contrary. The media is pleased to celebrate the American empire surviving the Afghan graveyard. Leading newspapers, like the New York Times, are silent about the death toll in Afghanistan as a result of the "war" so far. The media doesn't notice anarchy, lawlessness and humanitarian disaster under the nose of occupation forces in the country. Instead, the focus is on proving it "a merciful war" for it "may end up saving one million lives over the next decade," (Nicholas D. Kristof, NY Times, Feb. 1, 2002).

It is interesting to note that despite the uncertain security situation and looting of the aid convoys, Unicef has vaccinated 734,000 children against measles over the last two months. This is certainly a commendable campaign in the present chaotic situation. But the timing of its launching would not go away without exposing the limitless double standards of the US, UN and American allies to the world. The New York Time proudly states, this is a campaign "in a country where virtually no one had been vaccinated against the disease in the previous 10 years." The question is: where was Unicef during the past five years of relative peace and stability in 95% of Afghanistan? There is no doubt that the "vaccination campaign will save at least 35,000 children's lives each year." However, what of the 35,000 multiplied by five dead children in the last five years due to deliberate negligence by the same agency?

The grief of parents sobbing as their children die of diarrhea is definitely every bit as crushing as that of parents who lose children to American bombs, but that is something the development agencies could do for the sake of humanity at any time during the most peaceful five years of the past two decades. Why shall the international humanists or the western analysts attribute the present efforts to the American victory and use them to glorify the most inhuman bombings of the human history?

What the world is not told is the fact that the present situation in Afghanistan is as worse as it was before the arrival of the Taliban in mid 90s. By using a good combination of bombs and dollars, the US has paved the way for its CIA-groomed Afghans to reach the Urg in Kabul. However, anyone hoping that the recently promised billions of dollars would help reconstruct Afghanistan is living in fools' paradise. Much of the promised funds would inevitably end up in the pockets of various warlords and tribal leaders whose loyalty has to be bought before convening any Loya Jirga for stamping the American designs. There is no one to tell the people that writ of the much wanted transitional government does not extend beyond a few blocks in Kabul. No one can muster enough courage to travel the road between Kabul and Jalalabad. Fighting between different Afghan groups is only reported when it is useless to hide. Mechanical failure in the American helicopters and feul tankers, like AK-130, is also on the rise.

An American marine sergeant shot and killed by a 12-year-old boy is a clear indication of how much the Afghans love the Americans who have been bombing their homes, villages, convoys and even wedding parties, killing no less than 107 at one occasion. The longer the Americans prolong their occupation, the more would the stark realities dawn on the local population, the more would they turn against the Americans and the more casualties would they suffer.

There is no one to tell the people some truth about the present American rule in Kabul. Initially a few photographers from AP and Reuters went in search of burqa-less women or uncovered women faces. Tired of that adventure now, they have failed to tell their public that very few women have discarded their burqa and that burqa was not the source of every problem under the Taliban. It is part of Afghan tradition. Since the Taliban left, at least 10 foreign journalists have been killed, and a Swedish woman journalist has been raped. There is